تا ایک سخن نگاہ رضائع مکن

پٹنہ کے کتبے

فصیح الدین بلخی

(م- ۱۹۶۲ء)

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

پٹنہ کے کتبے

فصیح الدین بلخی

(م - ۱۹۶۲ء)

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

تقسیم کار:

صدر دفتر:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ـــــ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ـــــ ۱۱۰۰۰۶
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ـــــ ۴۰۰۰۰۳
- مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علی گڑھ ـــــ ۲۰۲۰۰۲

۱۹۹۳ء

لبرٹی آرٹ پریس (پرو پرائٹرز مکتبہ جامعہ لمیٹڈ) نئی دہلی میں طبع ہوا

حرفے چند

فصیح الدین بلخی صاحب مرحوم کا یہ مسودہ جو مبیضہ کی شکل اختیار کر کے آپ تک پہنچ رہا ہے، ان کے لائق فرزند نادم بلخی صاحب کی دین ہے۔

کتاب کا نام پہلے "کتبات عظیم آباد" رکھنا تجویز ہوا تھا کہ پٹنہ ابھی تک عظیم آباد کی ادبیت نہیں حاصل کر پایا ہے، لیکن حقیقت اور خواہناکی میں جب بھی چھیڑ ہوتی ہے، خواب ہار جاتے ہیں۔ سو، حقیقت یعنی پٹنہ [illegible] اختیار کر لیا گیا خاص کر اس لیے کہ کتاب میں عظیم آباد کے ساتھ ساتھ داناپور اور منیر کا بھی ذکر موجود ہے۔

کتاب مزید مفید اور کارآمد ہو جائے اس کے لیے آخر میں لائبریری نے ایک ضروری اشاریہ کا اضافہ کر دیا ہے۔ یہ اشاریہ شاہجہاں قاسمی نے بنایا ہے، اس لیے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

——— ع ـ ر ـ ب

فہرست

مقدمہ

پروفیسر نادم بلخی
ڈالٹین گنج

○

والد محترم حضرت فصیح الدین بلخی مرحوم و مغفور نے اپنی غیر مطبوعہ تصانیف میں کئی کتابیں چھوڑی تھیں، ان میں ایک "ہندو شعرائے بہار" بحالت اوراق پریشاں تھی، چنانچہ سب سے پہلے اس کی اشاعت پر خصوصی دھیان دیا گیا، اور یہ اکتوبر ۱۹۶۲ء میں شائع ہو گئی۔ دوسری غیر مطبوعہ کتاب "تحریک وہابیہ" (WAHABI MOVEMENT) تھی، خدا کا شکر ہے کہ یہ بھی کلاسیکل پبلیشنگ کمپنی، نئی دہلی سے چھپ گئی۔

پیش نظر کتاب سے متعلق چند باتیں پہلے عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ یہ ایک بڑے محقق، ناقد اور مورخ کا بلاشبہ گراں مایہ تحقیقی کارنامہ ہے۔ تحقیق و تنقید سے متعلق طرح طرح کے نظریات عام ہو چکے ہیں۔ مارکسی، نفسیاتی، تاثراتی کلاسیکی، وجودی حتی وغیرہ کے علاوہ مخفی تنقید و تحقیق (OCCULT CRITICISM & RESEARCH) کا بھی ایک نیا اپروچ منظر عام پر آیا ہے، حالانکہ یہ کوئی نیا اپروچ نہیں ہے۔ اس لیے کہ علوم کی دو حیثیتیں ہوتی ہیں، ایک جو پردہ خفا میں نہیں ہے اور دوسرا جو مخفی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مخفی علوم (OCCULT KNOWLEDGES) ہی کو منظر عام پر لانے کا دوسرا نام دراصل تحقیق ہے اور مخفی علوم کو منظر عام پر لانے کے کئی طریقہائے کار ہوتے ہیں، جن میں دو نہایت ہی اہم ہیں یعنی مطالعہ اور فیلڈ ورک (FIELD WORK)۔ والد مرحوم کی یہ کتاب ایسی ہے جس کا بیشتر دار و مدار فیلڈ ورک پر ہے۔ جس کی تکمیل میں ان کی عمر کا ایک لمبا عرصہ گذرا۔ اس طریقۂ کار پر عمل پیرا ہونے والے محقق کو عدد رجہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کا ایک چشم دید گواہ میں بھی ہوں۔ بات ایک عرصہ دراز کی ہے۔ اس وقت میری عمر دس سال یا اس سے کچھ زیادہ کی ہوگی۔ وہ ان دنوں ریاست سرائے کیلا میں مجسٹریٹ تھے۔ پوجا کی تعطیل میں وہ اپنے وطن پٹنہ آئے ہوئے تھے۔ انھوں نے صوبۂ بہار کی ایک مشہور درگاہ اور دیگر تاریخی مقامات کی سیر کا پروگرام بنایا۔ میں نے بھی ان کے ساتھ جانے کی خواہش ظاہر کی، میری ضد پر وہ تیار ہو گئے۔ وہ سب سے پہلے اس مشہور درگاہ میں گئے۔ ان کے ساتھ ایک دوربین، ایک آہنی برش، کاغذ کی کئی بڑی بڑی شیٹیں اور کاجل سے بھرا ہوا ڈبہ تھا۔ درگاہ میں داخل ہو کر جب انھوں نے کتبات کا چربہ حاصل کرنا چاہا تو مجاوروں نے

ہنگامہ برپا کر دیا اور یہ کہا کہ ان پتھروں پر کندہ حروف جناتی ہیں ان کو چھونے کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ کی جان بھی خطرے میں ہوگی اور ہم لوگوں کے لیے بھی مصیبتیں در پیش ہوں گی۔ لہٰذا ہم لوگ ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ مرحوم کے سمجھانے بجھانے کے باوجود جب وہ لوگ تیار نہیں ہوئے تو وہ خانقاہ تشریف لے گئے اور سجادہ نشیں کی آمادگی پر ہی وہ ان کتبات کے چربے حاصل کر سکے۔ اس طرح کی بہت ساری دشواریوں کا فیلڈ ورک کے دوران اُن کو سامنا کرنا پڑتا تھا۔

اس کتاب کے اندر جتنے کتبات کی نقلیں درج ہیں آج اگر ان مقامات میں انھیں تلاش کرنا چاہیں تو آپ کو یہ احساس ہوگا کہ حادثات زمانہ کے ہاتھوں ان میں سے بہت سارے کتبوں کا اب وجود نہیں جن کو اپنی تحقیق و جستجو کے نتیجہ میں مرحوم نے محفوظ کر لیا اور یہ نتیجہ ان کی اس گہری دلچسپی کا تھا جو مخفی علوم کو بروئے کار لانے کا ایک اہم ذریعہ ہوتا ہے جسے ہم فیلڈ ورک کہتے ہیں۔ وہ اس میدان کے صرف مرد مجاہد ہی نہیں بلکہ غازی بھی تھے۔ خانقاہوں، مٹھوں، درگاہوں، مقبروں، مندروں، مسجدوں، جنگلوں، کھنڈروں، ویرانوں، نگروں اور گاؤں گاؤں کی سیر میں اپنا وقت گذار کر ماضی کی گمشدہ کڑیوں کی چھان بین اور صوبہ بہار کے اندر مخفیات (OCCULTISM) کی داغ بیل رکھنے والے وہ ایک اہم محقق تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ آج ان کے انتقال کے لگ بھگ تیس سال بعد ان کی محنت کا یہ پہلا مطبوعہ کتاب کی شکل میں ایک ثمردار شجر بن کر ہمارے سامنے آ رہا ہے۔

مخفیات کا جہاں تک تعلق ہے علم نجوم بھی ایک ایسا علم ہے جس کا رشتہ مخفی علوم سے ہے۔ والد مرحوم اس علم کے بھی ایک اچھے عالم تھے۔ چنانچہ علم نجوم سے متعلق جو ان کی کتاب بعنوان "علم نجوم" بصورت مخطوطہ اس وقت میرے پاس محفوظ ہے۔ اس کی اشاعت بھی اشد ضروری ہے۔ اللہ کو اگر منظور ہوا تو انشا اللہ تعالیٰ میری زندگی میں یہ کتاب چھپ جائے گی ورنہ میرے بعد ان کے نبیرہ ڈاکٹر مظفر بلخی سلمہٗ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس کار خیر کو انجام دیں۔

اب تک مرحوم کے جتنے مطبوعہ مضامین و مقالات اور کتابیں ہیں۔ ان کی روشنی میں یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ وہ صوبہ بہار کے ایک اہم رجحان ساز محقق تھے جو اس خاکدان ہست و بود میں نہ رہنے کے باوجود اس لیے موجود ہیں کہ ان کا چھوڑا ہوا علمی سرمایہ دنیا کے علم و ادب کے لیے گنج ہائے گراں مایہ ہے۔

'کتبات عظیم آباد' اس کتاب کا عنوان ہے۔ عظیم آباد ذرا وسیع تر معنوں میں لیا گیا ہے جس میں منیر اور داناپور بھی شامل ہیں۔

••

پٹنہ کے کتبے

فصیح الدین بلخی

(۲-۱۹۶۳ء)

دیباچہ

تاریخ کی بنا جغرافیہ پر قائم کی جاتی ہے. اس لیے ضلع عظیم آباد پٹنہ کے جغرافیائی حالات لکھ دینا بھی ضروری ہیں۔ اس ضلع کے حدود میں اُتر گنگا، پورب ضلع مونگیر، دکھن ضلع گیا اور پچھم سون ندی ہے پورا قطعہ زمین اتر دکھن عرض میں اٹھائیس میل سے چالیس میل تک اور پورب پچھم طول میں بیالیس میل کے قریب ہے۔ زمین کا رقبہ دو ہزار ایک سو چودہ مربع میل ہے جس میں ۱۹۳۱ء کی آخری مردم شماری کے مطابق ۱٫۴۴۴٫۴۳۳ انفوس آباد ہیں یہ قطعۂ ارض خط استوا سے ۲۵٫۲۷ اتر اور ۸۵٫۱۰ مشرق کی جانب کو واقع ہے۔

گنگا ندی: یہ ہندوؤں کی مشہور متبرک ندی ہے پچھم سے بہتی ہوئی موضع ہلدی چھپرہ کے سامنے سون ندی کو شامل لے کر اس ضلع میں داخل ہوئی ہے کچھ اور پورب آکر پٹنہ کے سامنے گنڈک ندی بھی اس کے بائیں کنارے سے مل گئی ہے بارہ میل اور پورب جا کر موضع کرتھا (فتوحہ) کے قریب پن پن ندی بھی گنگا کے شامل ہو گئی ہے۔ موضع ہلدی چھپرہ سے موضع ڈمرا تک جو ضلع مونگیر سے ہمسرحد ہے گنگا کا بہاؤ اس ضلع میں ترانوے میل کے قریب ہے، خاص شہر پٹنہ کے سامنے گنگا کا پاٹ کہاں سے پٹنہ تک نصف میل سے کم رہتا ہے لیکن عموماً جیٹھ کے بعد موسمی بارش سے اور کوہ ہمالہ پگھلنے سے دریا کا عرض کئی کئی میل تک پھیل جاتا ہے اور اسوقت اسکا دھارا بھی بہت تیز رہتا ہے۔ اس زمانہ میں اسکا پانی کثیف اور میلا رنگ کا ہو جاتا ہے لیکن فائدے کی دولت غنیمت ہوتی ہے گنگا میں ہر موسم میں چھوٹے بڑے تجارتی اسٹیمر چلا کرتے ہیں۔ گنگا کے متعلق مسٹر الوپلائنی اور ارین وغیرہ یونانی مورخوں کا بیان پروفیسر کرنڈل کی کتاب "انشینٹ انڈیا" کے صفحات ۶۵، ۶۷، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۴۲، ۱۹۱ اور ۱۰۱ پر دیکھنا چاہیے۔

سون ندی: یہ ندی ضلع پلاموں کے پہاڑوں سے بہتی ہوئی موضع محب علی پور کے قریب ضلع پٹنہ میں داخل ہوئی ہے اور اتر آکر گنگا سے مل گئی ہے اس کا قدیم نام ہرانہ باہو ہے جس کے معنی سنہرے بازو کے

لہ. یونانی مورخوں نے گنگا سے ملنے والی انیس[19] ندیوں کا ذکر کیا ہے، اس میں گنڈک بھی ہے۔ اس کا سنسکرت نام گنڈکی اور گنڈکاوتی اس لیے ہے کہ اس میں ایک قسم کے گنڈک مگر بکثرت ہوتے تھے جن کی ناک کے اوپر سینگ کا سا ابھار ہوتا تھا۔ دیکھو ص ۱۹۱ "انشینٹ انڈیا" مولفہ کرنڈل۔ پہلے گنگا بانکی پور سے ہٹ کر بہتی تھی۔ رینل صاحب کا ۱۷۷۰ء کے سروے میپ (نقشہ) سے صاف اس کا پتہ چلتا ہے۔ رفتہ رفتہ گنگا کا رخ دکھن ہوتا گیا، یہاں تک کہ اب بانکی پور کی آبادی بالکل لب دریا ہے۔

ہیں یہ نام اس کے کناروں کی چمک اور ریت کی رعایت سے رکھا گیا تھا۔ میگسٹھنیز (میگستھنیز) یونانی سفیر نے پاٹلی پتر کے حالات میں اسی کو ایرانہ بواس[1] لکھا ہے اور اسی کو شہر کی مغربی حد بتایا ہے۔ سابق میں اس کی ایک شاخ شہر سے دکھن بہتی تھی اور پورب آ کر گنگا میں مل گئی تھی اب اس کی یادگار صرف اس قدر باقی ہے کہ شہر سے دکھن نشیب میں جس جگہ اس کی پتیلی تھہ کا نشان باقی ہے اس کو مرسون (یعنی مردہ سون) کہتے ہیں) سون کی ایک اور شاخ منیر کے قریب سے نکل کر دیگھا کے پاس گنگا سے مل گئی ہے اس ندی کا پانی نہایت مصفا ہے۔ سوائے برسات کے اور زمانہ میں اس میں کشتیاں نہیں چلتیں شاید اس کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ جا بجا نالوں اور نہروں کے ذریعہ اس کا پانی زراعت کے لیے تقسیم ہو جاتا ہے۔

پُن پُن مورہر اور دردہا ندی: پن پن ندی ضلع گیا کی طرف سے آ کر موضع شہزاد پور کے قریب اس ضلع میں داخل ہوئی ہے۔ یہاں سے اتر پورب سمت کو بہتی ہے لیکن موضع نوبت پور کے قریب سے سیدھی پورب طرف آ کر فتوحہ کے قریب گنگا میں مل گئی ہے اس ضلع کے اندر اس کا طول چوالیس[2] میل ہے۔ بودھ دھرم والے جب بودھ گیا کے تیرتھ کو آتے ہیں تو پہلے پن پن ندی کے کنارے سر منڈا کر غسل کرتے ہیں اس کے بعد تیرتھ کو جاتے ہیں، پن پن میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ پانی ضرور رہا کرتا ہے۔

فتوحہ سے کوئی چار کوس دکھن پچھم مورہر اور دردہا دو چھوٹی ندیاں گیا کی طرف سے آ کر دہوا نالے

---

[1] جنرل کننگھم نے پنجابی (مشہور عالم زبان سنسکرت) کے حوالے سے ایرانو بواس اسی سون ندی کا نام تسلیم کیا ہے اور سر ڈبلو جونس نے ۱۷۹۵ء میں ایشیاٹک ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ جلد نمبر ۴ میں بھی یہی لکھا ہے۔ رنل صاحب کی یادداشت نقشہ ہند مطبوعہ لندن ۱۷۹۲ء میں لکھا ہے کہ سون کی ایک شاخ پالی پتر سے دکھن ہوتی ہوئی قلعہ عظیم آباد سے پورب گنگا میں مل گئی تھی۔ دیکاتی، ہلٹن اور بکلر صاحب نے بھی اپنی رپورٹوں میں اس کی تصدیق کی ہے۔ گورنمنٹ کی رپورٹ کے مطابق ۱۷۵۰ء سے اس ندی نے اپنا رخ پچھم جانب پھیرنا شروع کیا۔ ۱۷۷۰ء میں سون اور گنگا کا ملاپ منیر کے پاس تھا لیکن انیسویں صدی کی ابتدا میں سون منیر سے چند میل اتر ہٹ گئی تھی اور اب بھی ہٹتی جاتی ہے۔ [2] پروفیسر مکرنڈل نے صفحہ ۱۹۱ میں لکھا ہے کہ "ارین یونانی مورخ کے بیان کے مطابق پالی بوتر (یعنی پاٹلی پتر (پٹنہ)، ارانو بواس اور گنگا کے ملاپ کی جگہ پر واقع تھا لہٰذا اس سے سون ندی ہی مراد ہے۔ ارانو بواس سے سنسکرت لفظ ہرانیا واہہ یعنی سونا بہانے والی یا ہرانہ باہو یعنی سنہرے بازو والی مفہوم ہے۔ اور یہ سون ندی کے شاعرانہ نام ہیں۔ بہرکیف میگستھنیز اور ارین دونوں ارانو بواس اور سون کو دو متفرق ندیاں بتاتے ہیں اس سبب سے بعض نے ارانو بواس کو گنڈک سمجھا ہے جس کو سنسکرت میں گنڈکی کہتے تھے۔ لیسن نامی مورخ کے بیان کے مطابق بودھ دھرم والے اس کو ہرانیا وتی (یعنی سنہری) کہتے تھے۔ لیکن گنڈک اتنی چھوٹی ندی ہے کہ ارانو بواس گنگا اور انڈس ندیوں کے بعد سارے ہندوستان میں سب ندیوں سے بڑی بتائی گئی ہے نہیں ہو سکتی۔ غالباً میگستھنیز کے وقت میں سون دو شاخ ہو کر گنگا میں گرتی ہوگی اور میگستھنیز نے اس کو دو علیحدہ ندیاں سمجھا ہوگا۔

کے قریب بن ندی میں مل گئی ہیں۔ مورہر اور درہ ندیاں گرمیوں میں اکثر خشک ہو جاتی ہیں۔

پھلگو، مٹھوائن، پنچانہ اور شکری ندی[1]: پھلگو ندی گیا کی طرف آکر موضع تلہاڑا کے قریب سے دو شاخ ہو کر بہتی ہے۔ بائیں شاخ کو سونا اور داہنی شاخ کو کترّ کہتے ہیں۔ بالآخر خسرو پور اور بختیار پور کے درمیان یہ دونوں شاخیں مٹھوائن ندی میں شامل ہو جاتی ہیں۔ مٹھوائن ندی حقیقتاً دھوانالا اور سونا ندی سے پیدا ہوئی ہے۔ اور اس ضلع کی مشرقی حد تک بہتی ہے۔ موضع چیروسے کے قریب جمنا نام کی ایک چھوٹی ندی اور ترمہانی پر دھنائین ندی بھی اس میں شامل ہو گئی ہے ترمہانی کے آگے یہ ندی ضلع مونگیر میں داخل ہو گئی ہے وہاں اس کا نام کولوہار ندی ہو گیا ہے۔

قصبہ بہار سے دکھن گریک کے قریب پانچ چھوٹی چھوٹی ندیوں سے پنچانہ ندی پیدا ہو گئی ہے خاص قصبہ بہار کے اندر یہ ندی شاخ در شاخ ہو گئی تھی اب یہ شاخیں خشک ہو گئی ہیں بہار کے قریب ہی سے اتر اور پورب بہتی ہوئی شکری ندی میں مل گئی ہے۔ اسی شکری ندی کا دوسرا نام موہنا بھی ہے موضع امانواں سے کچھ آگے تک متواتر چلی آئی ہے لیکن وہیں سے سیدھی پورب رخ کو بہتی ہوئی ضلع مونگیر میں داخل ہو گئی ہے۔ ان ندیوں میں پانی بہت کم رہتا ہے۔

پہاڑ: بودھ گیا سے جو پہاڑوں کا سلسلہ آیا ہے اس ضلع میں گریک کے قریب ختم ہوا ہے ہنڈیا نامی پہاڑی کے پاس جو اس ضلع کی سرحد پر واقع ہے اس کی اونچائی ایک ہزار چار سو فیٹ ہے لیکن اور کسی مقام پر اس ضلع میں اس کی بلندی ہزار فیٹ سے زیادہ نہیں گریک کے سامنے سے یہ سلسلہ دو شاخ ہو کر دکھن پچھم کو چلا گیا ہے اور اس کے درمیان میں جو خلا یا گھاٹی ہے اس میں ایک قدیم نالا ہے جس کو بن گنگا کہتے ہیں۔ راجگیر تک پہنچتے پہنچتے پہاڑوں کے درمیان کی زمین بہت وسیع ہو گئی ہے اس سے پورب اور اتر جو چوٹیاں ہیں ان کے نام سیلاگیری، چھٹاگیری، رتناگیری، بیپل گیری[3] اور بیبھارگیری ہیں۔ دکھن جانب کی چوٹیوں کے نام ادے گیری اور سوناگیری ہیں۔

---

[1] شکری ندی مگدھ دیس کی خاص ندی ہے۔ اس کا اصل نام مہانندا تھا۔ اریَن اور پلانتی نے گنگا میں گرنے والی انیس ندیوں کا ذکر کیا ہے اس میں مگون ندی (Magon) اسی ندی کو لکھا ہے۔ اینشینٹ انڈیا صفحہ ۱۹۱، [2] اس کا اصل نام نرنجن تھا۔ جنرل کننگھم نے بھی اینشینٹ جیوگرافی آف انڈیا صفحہ ۵۲۲ اور ۵۲۴ پر اس نالا کو صحیح قرار دیا ہے۔
[3] بیپل گیری پہاڑ اور بیبھار پہاڑ میں گرم اور ٹھنڈے پانی کے عجیب و غریب گیارہ قدرتی جھرنے ہیں جن کا بیان راجگیر کے حال میں آئے گا۔
[4] جنوبی سلسلہ میں گردھاکوٹا نامی چوٹی بھی ہے جس کا بیان گوتم بودھ کے حالات میں درج کیا گیا ہے۔

رتناگیری سے دو شاخیں اور نکلی ہیں ایک تو اسی گھاٹی سے گذرتی ہوئی دکھن طرف چلی گئی ہے۔ دوسری اتر پچھم جانب بیھل گیری سے مل گئی ہے۔ اسی سے پچھم سرسوتی ندی بھی بہتی ہے۔ یہاں سے تین میل دکھن پچھم جاکر بیھار پہاڑ کی چوٹی ہے اسی کے پاس پہاڑوں کا سلسلہ ختم ہوا ہے۔

راجگیر سے دکھن پورب اُدے گیری پہاڑوں کا ایک اور سلسلہ بیھل گیری سے مل گیا ہے۔ پچھم جانب تو یہ کسی قدر پست ہے لیکن اسی کے سامنے سوناگیری کی بلند چوٹی بھی موجود ہے اور اسی کے مقابل بیھار پہاڑ بھی نظر آتا ہے۔

اس کے علاوہ خاص قصبہ بہار سے اتر پورب ایک بلند پہاڑی ہے جس کو پیر پہاڑی کہتے ہیں دکھن جانب ناہموار زمینوں کے طور پر ایک راستہ بھی اس پر بنا ہوا ہے۔

عام کیفیت سرزمین: قصبہ منیر سے پورب شہر پٹنہ کے قریب تک گنگا کے کنارے سے لگی ہوئی زمین کسی قدر بلند واقع ہوئی ہے یہ قطعہ زمین کہیں کہیں دو میل کے قریب تک چوڑا ہے لیکن شہر سے دکھن اور پورب قصبہ باڑھ تک تمام زمین نہایت پست ہیں۔ باڑھ کے قریب تو یہ نشیب اس قدر زیادہ ہے کہ برسات آتے ہی اس کی صورت ایک جھیل کی سی بن جاتی ہے۔ اس زمین میں درخت بھی بہت کم نظر آتے ہیں۔ باڑھ سے لکا ما تک یہ نشیب کسی قدر کم ہوتا چلا گیا ہے۔ راجگیر کے سوا اور جگہوں میں کوال مٹی زیادہ پائی جاتی ہے۔ جس زمین میں پانی کی چکنی اور لسدار مٹی جس کے ذرات بہت چھوٹے اور ملائم ہوتے ہیں زیادہ ہوتی ہے اسی کو کوال کہتے ہیں۔ جس زمین میں ریت کا جزو زیادہ ہو اس کو بالسندری کہتے ہیں اور جہاں ریت اور دوسری قسم کی مٹی کے اجزا مساوی ہوں اس کو دوراس کہتے ہیں۔ کاشتکاروں نے قسم قسم کے اور بھی نام مثل بھیٹ وغیرہ کے ایجاد کر لیے ہیں۔

ماہرین علم طبقات الارض کا خیال ہے کہ ان زمینوں کی سطح کا بالائی حصہ گنگا اور دوسری ندیوں کے سیلاب کی کثافت جمع ہونے سے پیدا ہو گیا ہے ہزار برس کی مدت میں اس زمین کی بالائی سطح بیس فیٹ کے قریب اونچی ہوئی ہے[۱]۔ گنگا کے کنارے سیلاب کے بعد جو زمین نکل آتی ہے اس کو دیارا کہتے ہیں ریہ یعنی سجی یا سوڈا ملی ہوئی زمین بہت کم ہے ایسی زمین ناقابل زراعت ہوتی ہے۔ ریہ سے دھوبی کپڑے دھویا کرتے ہیں اور دیسی صابون بھی بنتا ہے۔

---

[۱] گویا برس میں چوتھائی انچ کے قریب

محکمہ بندوبست (سٹلمنٹ) کی رپورٹ کے مطابق پورے ضلع میں گیارہ لاکھ ایکڑ[1] کے قریب زمین کاشتکاری کے کام میں آتی ہے گویا کل رقبہ میں اکیاسی فی صدی مزروعہ ہے اس مزروعہ اراضی میں بھی ایک تہائی رقبہ ایسا ہے جس میں ایک فصل سے زیادہ پیداوار حاصل کی جاتی ہے ۔

فصلیں، نباتات اور اثمار: اس ضلع میں ہر قسم کے غلے پیدا ہوتے ہیں۔ عام طور پر تین فصلیں مشہور ہیں، جن کو بھدئی، اگہنی اور ربیع کہتے ہیں۔

بھدئی فصل میں مکئی، جنیر، کودو اور مرطوا زیادہ پیدا ہوتا ہے۔ کودو اور مرطوا اگہنی فصل میں بھی شامل کیا جا سکتا ہے کیوں کہ اس فصل میں بھی اس کی کاشت ہوتی ہے۔ عموماً جیٹھ کے مہینہ میں تخم ریزی کر کے بھادوں تک فصل کاٹنے کے لائق ہو جاتی ہے۔ اس فصل کیلیے متواتر تھوڑی بارش ہو کر دھوپ ہو جایا کرے تو بہت مفید ہے۔ بھدئی فصل میں ایک قسم کا دھان بھی ہوتا ہے جس کو بھدی اور بعض جگہ ساٹھی دھان کہتے ہیں۔ تخم ریزی کے بعد ساٹھ دنوں میں خوشے تیار ہو جاتے ہیں۔

اس ضلع میں ڈیڑھ لاکھ ایکڑ کے قریب بھدئی فصل کی کاشت ہوتی ہے۔ اگہنی فصل نہایت ضروری فصل ہے کیونکہ یہاں چاول ہی خاص و عام کی غذا ہے۔ پورے ضلع میں چار لاکھ ایکڑ زمینوں میں دھان پیدا ہوتا ہے یہاں کے نفیس قسم کے چاول جو باسمتی، دکھنی اور بادشاہ بھوگ وغیرہ وغیرہ بہت سے ناموں سے مشہور ہیں۔ زمانہ دراز سے اسوقت تک چین اور یورپ میں مشہور ہیں۔

چینی سیاح ہونگ ٹانگ نامی نے جو ۶۲۰ء میں یہاں آیا تھا اپنے حالات سفر میں یہاں کے خوش ذائقہ چاولوں کا ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس پہلے بھی عمدہ چاول پیدا ہوتے تھے۔

کاشتکار بالخصوص اس فصل میں کاشتکاری کے کاموں کو نہایت عقیدت مندی کے ساتھ مذہبی مناسک کی طرح انجام دیتے ہیں۔ اس میں علم نجوم کو بھی دخل ہے۔ مثلاً "نچھتروں یعنی ستائیس منازل قمر میں سے جب آفتاب اردرا نچھتر میں داخل ہوتا ہے (جس کا زمانہ جون کے آخری ثلث سے جولائی کے اول ثلث تک ہوتا ہے) اس وقت تخم ریزی کی جاتی ہے، جب پونربس پکھ اور اشلیکھا نچھتروں میں آفتاب آتا ہے اس وقت نوخیز پودوں کو اپنی جگہ سے اکھاڑ کر کھیتوں میں لگا دیتے ہیں۔ ہست نچھتر کے (ہتھیا) زمانہ میں بارش کا سخت انتظار رہتا ہے۔ اگر اس وقت بارش نہ ہو تو پیداوار کو سخت نقصان ہوتا ہے اور چترا اور سواتی

---

[1] ایک ایکڑ ایک بیگہ اور بارہ کٹھوں کے برابر ہوتا ہے، لیکن مختلف جگہوں میں بیگھہ کی وسعت مختلف ہے ہر جگہ یکساں نہیں

پکھتروں تک امساک باراں رہے تو حتی المقدور کسی اور سبیل سے پانی پہنچانے کا بندوبست کرتے ہیں۔ اگہنی فصل میں بکتاری یعنی دگنا بھی شامل کیا جاسکتا ہے اس کے لوٹے لگاتے کے بعد ایک برس سے کچھ کم میں پودے اپنی مراد کو پہنچ جاتے ہیں لیکن یہ زمین کی قوت نامیہ کو اس قدر سلب کر لیتے ہیں کہ اس میں اس سال پھر دوسری فصل پیدا کرنیکی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔

فصل ربیع: گورنمنٹ بہار کی رپورٹ کے مطابق آٹھ لاکھ ایکڑ سے زیادہ زمین میں فصل ربیع کی کاشت ہوتی ہے اس رقبہ میں وہ زمینیں بھی شامل ہیں جن سے ایک سے زیادہ فصل حاصل کی جاتی ہے دو لاکھ تینتالیس ہزار پانچ سو ایکڑ میں چنے اور تین لاکھ تیئس ہزار سات سو ایکڑ میں دوسری اقسام کی دالیں اور اٹھتر ہزار ایکڑ میں جوار، چھپن ہزار ایکڑ میں گندم پیدا ہوتا ہے، قریب پچاس ہزار ایکڑ میں تل اور سرسوں پیدا ہوتا ہے، شہر کے دکھن پورب باڑھ اور بڑکا کی نشیب زمین کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ آسن یعنی کنوار کا مہینہ آتے ہی اس کا پانی خشک ہونے لگتا ہے۔ اس وقت میں کاشتکار نہایت مستعدی سے اس زمین میں ہل چلا کر ربیع بوتے ہیں، اگر بروقت مستعدی نہ رہے تو زمین زیادہ خشک ہوجاتی ہے اور ہل چلانا دشوار ہوجاتا ہے۔ ایک بیل سے عموماً ڈیڑھ یا دو بیگھہ زمین جوت لیتے ہیں زیادہ ہل ہو تو اور زیادہ کام ہوتا ہے ان زمینوں کے علاوہ اور اطراف میں موسم باران آخر ہوتے ہوتے فصل ربیع کی کاشت شروع ہوتی ہے۔ عموماً ہست نچھتر کے ختم ہونے تک فصل کی کاشت شروع کرنا بہتر سمجھتے ہیں لیکن فصل ربیع کے لیے وقت کی پابندی سے زیادہ موسم اور زمین کی حالت کو ملحوظ رکھتے ہیں۔

گوبی اور آلو کی کاشت: خاص شہر کی آبادی کے اندر اور شہر سے باہر بھی گوبی اور آلو کی کاشت بہ کثرت ہوتی ہے پرانے مقبروں خانقاہوں امام باڑوں اور مسجدوں کی زمین تک لوگوں نے ٹھیکیداروں کے ساتھ بندوبست کر دی ہیں جن میں کاشت ہوتی ہے۔ تخمیناً پندرہ ہزار ایکڑ سے زیادہ زمین میں کاشت ہوتی ہے

اشجار مثمرہ یعنی پھلدار درخت: یوں تو چند اقسام کے سوا قریب قریب ہر قسم کے پھلدار درخت بعض شوقینوں نے اپنے باغ میں لگا رکھے ہیں، لیکن عموماً یہاں کے آم نہایت لذیذ اور شیریں ہوتے ہیں، امرود اور انار بھی اب اچھے قسم کے پیدا ہوتے ہیں۔ شہر تیجھم اور پورب تاڑ کے درخت بکثرت نظر آتے ہیں اگر تجارتی طریقہ پر ان سے خل یعنی سرکہ تیار کرنے کا انتظام کیا جائے تو شاید یہ بڑے منافع کا کام ہوگا۔ یہاں گلاب بھی بہت اعلیٰ قسم کا ہوتا ہے جو اکبر اور جہانگیر کے دربار میں بہت پسند کیا جاتا تھا، لیکن اب اس کی کوئی باقاعدہ تجارت یہاں نظر نہیں آتی۔

قصبہ منیر

اس قصبہ کا قدیمی نام مَنیر بروزن سَرور تھا، جو آٹھویں صدی ہجری تک ضرور جاری تھا۔ چنانچہ راقم کے اجداد میں حضرت حسین بلخی (متوفی ۸۴۴ھ) ایک نظم میں مخدوم شرف الدین احمد کے متعلق فرماتے ہیں :

مقتدائے دین پیرم مَنیری ——— این سخن با من بگفت از سروری

بہرکیف اب اس کا مشہور نام مُنیر ہو گیا ہے۔ صوبہ بہار میں سب سے زیادہ قدیم مقام غالباً یہی ہے۔ تاریخ فرشتہ (ص ۱۲) کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کی نسل میں فیروز رائے نے اس کو آباد کیا اور یہاں بے شمار خیرات کی۔ یہ روایت محض افسانہ معلوم ہوتی ہے تاہم اس سے اس کی قدامت کا پتہ چلتا ہے۔ سابق زمانے کی یادگار میں سدھورکی موری ہے جس کا ذکر ابھی آئے گا۔

مسلمانوں نے اس صوبہ میں اول اول اس قصبہ میں قدم جمائے جس کی مفصل کیفیت راقم نے "تاریخ مگدھ" میں لکھی ہے۔ موجودہ عمارتیں مسلمانوں کے عہد کی ہیں۔ سابق میں آبادی کس طور پر تھی صحیح طور پر معلوم نہیں ہوتا۔ کہا جاتا ہے کہ پچھم اتر جانب جہاں اب خانقاہ ہے وہاں پر راجہ منیر کے محلات تھے ممکن ہے کہ بڑی درگاہ کے پچھم جو تالاب ہے بہت قدیم ہو لیکن اُس کے گرد جو سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں وہ بہت قدیم نہیں معلوم ہوتی ہیں۔

۷۹۸ھ کی مسجد : بڑی درگاہ کے احاطہ سے دکھن پچاس ساٹھ قدم کے فاصلہ پر ایک پرانا ٹیلہ ہے جس پر متعدد پرانی قبریں ہیں۔

بیچ میں ایک قبر کے سرہانے سنگ موسیٰ کی لوح لگی ہوئی ہے جس میں خطِ طغرا کے طور پر یہ اشعار نمایاں ہیں۔ اشعار سے خود ظاہر ہے کہ یہ کسی مسجد کا کتبہ تھا جس کو جاہلوں نے قبر کے سرہانے لگا دیا ہے۔ اس قبر کے پاس کھنڈر سے قیاس ہوتا ہے کہ یہاں پر ایک چھوٹی سی مسجد بھی تھی جو منہدم ہو گئی ہے۔ یہ ٹیلہ

خود بھی بہت قدیم نظر آتا ہے۔

بحمد اللہ در عہد محبب	شہہ محمود سلطان مہذب
بہیں مسجد کہ بد بانی اول	خلیل الحق زاقطاب مقرب
چو حماد خیطر الوان پیراست	عمارت کرد باز از سر مرتب
زہجرت ہفت صد ہشت و نود بود	بہ عصمت جار بنیادش تولے رب

یہ کتبہ قدیم ہونے کے علاوہ تاریخی حیثیت سے بھی ایک اہمیت رکھتا ہے وہ یہ کہ شہہ محمود سے سلطان محمود تغلق کا عہد مراد ہے، جس نے ۷۹۶ھ میں خواجہ جہاں کو جونپور و صوبہ بہار کی حکومت دی تھی جس کی اولاد سلاطین شرقیہ کہلائی اور ایک صدی تک صوبہ بہار پر حکومت کرتی رہی۔

مسجد کے بانی اول خلیل الحق سے غالباً مخدوم یحییٰ کے بیٹے خلیل الدین مراد ہیں جو مخدوم یحییٰ کے بیٹے اور مخدوم شرف الدین احمد کے بھائی تھے۔

<u>تنگر قلی خاں کی قبر ۹۸۳ھ :</u> بڑی درگاہ کے پورب دکھن ساٹھ ستر گز کے فاصلہ پر ایک بے تختہ چہار دیواری کے اندر چند قبریں ہیں (ان قبروں کے پچھم ایک چھوٹی سی مسجد بھی تھی جس کے کچھ آثار باقی ہیں) ایک سنگین قبر کے سرہانے پانچ فیٹ لمبا بیس انچ چوڑا اور پانچ انچ موٹا پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ کی ہوئی ہے:

"یا حیُّ - لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

دریغا کہ بے ما بسے روزگار	بروید گل و بشگفد نوبہار
کسانے کہ از ما بہ غیب اندراند	بیایند و بر خاک ما بگذرند

فوت نواب مرحوم و مغفور سے تنگر قلی خاں ابن شیخ علی بدخشانی سنہ نہصد و ہشتاد و سہ (۹۸۳ھ)

جس وقت راقم نے اس کتبہ کو دیکھا پتھر کا نصف حصہ مٹی اور گھاس کے اندر چھپا ہوا تھا۔ کھود کر نکالنے کے بعد یہ عبارت صاف پڑھی گئی۔

کتاب وسیلہ شرف میں لکھا ہے کہ شاہ دولت کے مقبرہ کی تعمیر میں یہی میر عمارت تھے لیکن یہ امر قطعاً ناممکن معلوم ہوتا ہے۔ اسلئے کہ مقبرہ کی تعمیر تنگر قلی خاں کے انتقال کے بیسوں برس بعد ہوئی جیسا کہ کتبوں سے ظاہر ہے۔

بڑی درگاہ اور سدھور کا ذکر: تالاب کے پورب جانب ایک بلند مستطیل احاطہ ہے۔

مخدوم یحییٰ منیری کا مزار ہونے کے سبب اس جگہ کو بڑی درگاہ کہتے ہیں۔ احاطہ کے باہر اُتر جانب تراشے ہوئے پتھر کی شیر کی مورتی بنی ہوئی ہے اور اُس کے اگلے دونوں پاؤں کے درمیان میں ویسے ہی پتھر کا ایک ہاتھی بنا ہوا ہے۔ گویا اس شیر نے ہاتھی کو دونوں پاؤں کے درمیان سینے کے نیچے دبالیا ہے۔ یہ مورتیاں ایک چبوترے پر ہیں۔ بعض حصہ امتدادِ زمانہ سے خراب ہو گیا تھا، فی الحال اُس کو سمنٹ سے درست کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن مرمت سے اور بدنما معلوم ہوتا ہے۔ غالباً یہ مورتی بہت قدیم زمانے سے موجود ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ مسلمانوں نے اس کو سابق زمانے کی یادگار سمجھ کر اپنی جگہ پر چھوڑ دیا ہے۔

بڑی درگاہ کی مسجد ۱۰۱۴ھ: بڑی درگاہ کے احاطہ کے پچھم طرف تین بلند گنبدوں کی ایک مسجد ہے جو بے مرمتی کی حالت میں ہے۔ ایک گنبد بیچ سے شق ہو کر رہ گیا ہے۔ بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سنگ موسیٰ کی بارہ انچ چوڑی اور پندرہ انچ لمبی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے خوشا آنکس کاندریں دارِ فنا	تخمِ احساں کاشت در کشتِ بقا
خاصہ کو کردہ بنائے مسجدے	بر طریقِ کعبۂ بیت الہدےٰ
ہمچنیں بر مرقدِ سلطانِ دیں	شیخ یحییٰ سرگروہِ اولیا
ساخت ابراہیم خاں کاکر ز دل	مسجدِ عالی بنا بہرِ خدا
بندۂ عاصی چو در تاریخ آں	جستجو بنمود و می زد دست و پا
ناگہاں در گوشِ ہوشِ او سروش	بہرِ ایں دار الامانِ دوسرا
گفت ایں مصراع از الہامِ غیب	کرد ابراہیم بیت اللہ بنا

۱۰۱۴

چھوٹی درگاہ (مخدوم دولت کا مقبرہ) ۱۰۳۲ھ: بڑی درگاہ سے اُتر پچھم دوسرا بلند احاطہ ہے جس کے بیچ میں مخدوم دولت کا عالی شان سنگی مقبرہ ہے۔ باہر صحن میں متعدد قبریں ہیں اور پچھم جانب ایک وسیع مسجد اور صحن ہے۔

مخدوم دولت کے مزار کے سبب یہ جگہ چھوٹی درگاہ کہلاتی ہے۔ یہ احاطہ بھی نہایت وسیع

ہے۔اس کی تمام عمارتیں صوبہ بہار میں عہد مغلیہ کے طرز تعمیر کی بہترین یادگار ہیں۔[1]

مقبرہ کے دروازے کا کتبہ ۱۰۳۲ھ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

کنت فی فکر سن اذا لباب	کان قلبی بحولہ سکنا
کان عقلی علیٰ طریق الامر	قل لی من دخلہ کان آمناً

ولہٗ

چوں دریں روضۂ مقدس شاہ	روئے نیت نہادہ برا تمام
سال تاریخ من ازو جستم	خردم بہر ایں خجستہ مقام
بدعالب کشودہ وگفتا	در دولت کشادہ باد دوام

چھوٹی درگاہ کی مسجد ۱۰۲۸ھ: یہ مسجد بھی طرز تعمیر کے لحاظ سے نہایت نادر عمارت ہے۔ دیواروں پر بجائے پلاسٹر کے سنگ خارا لگے ہوئے ہیں، اور چھت میں بجائے گنبد کے پچھم اور پورب کی دیواروں پر محراب قایم کیا ہے۔ یہ محراب کی پٹی ہوئی چھت بعض مقام پر شق ہو چلی تھی۔ گورنمنٹ نے اس کو مرمت کرادیا ہے لیکن یہ مرمت بدنما سی معلوم ہوتی ہے مسجد کے دکھن جانب حجرہ بھی بنا ہوا ہے۔ بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سنگ خارا میں مندرجہ ذیل کتبہ ہے، اس کا کچھ حصہ بعض جگہ مٹ گیا ہے۔ کتبہ بلندی پر ہے اور اس کا طول تین گز کے قریب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اللھم صل علی محمدٍ وعلیٰ اٰل محمدٍ وبارک وسلم۔ اشھدُ ان لاالٰہ الا اللہُ وحدہٗ لاشریک لہٗ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ قال اللہ تعالیٰ ان اول بیتٍ وضع للنّاس الذی ببکۃ مبارکاً وھدی للعٰلمین فیہِ اٰیات بینات مقام ابراھیم ومن دخلہ کان اٰمناً وللہ علی الناس حج البیتِ من استطاع الیہِ سبیلا ومن کفر فان اللہ غنیٌ عن العالمین۔

چو ایں عالی بنائے کعبہ تمثال جہاں آرا	بفیض صانع قادر تمامی اقتضا کردہ

---

[1] عمارت سنگ خارا کی بنی ہوئی ہے لیکن چھت کے پتھروں میں آیات قرآنی کندہ ہیں جو نہایت خوشخط اور خوشنما معلوم ہوتا ہیں گنبد بھی نہایت خوشنما ہے۔

دلِ عاصی ہمیں جُست از فرحالِ بنائے او　　خرد گفتا چو ابراہیم بیت اللہ بنا کردہ
۱۰۲۸ھ

مخدوم دولت کا مقبرہ: مذکورہ بالا کتبوں سے ظاہر ہو گیا کہ بانی عمارت ابراہیم خاں تھے۔ مقبرہ صوبہ بہار میں بہترین قسم کی عمارت ہے۔ مقامی لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے پتھر گجرات کی طرف سے لائے گئے تھے۔ جنرل کننگھم بھی اس عمارت کو مشرقی ہند میں بہترین عمارت بتاتے ہیں۔ اس کا چبوترہ صحن سے ڈیڑھ گز بلند ہے۔ ہر ایک کونے پر برجیاں بنی ہوئی ہیں جو ہشت پہل ہیں۔ مزار ایک بڑے گنبد کے نیچے ہے جس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے گنبد ہیں باہر کی جانب سائبان کی چھت ہموار پتھروں سے پٹی ہوئی ہے جس میں شہتیر کے عوض بھی پتھر لگے ہوئے ہیں اور تمام پتھروں میں نہایت خوشنما حروف میں آیات قرآنی کندہ ہیں۔ مزار کے احاطہ کی دیواریں خوشنما جالی دار پتھر کی ہیں۔ اندرونی سطح جس پر گنبد کی دیوار قایم کی گئی ہے ہشت پہل ہے۔ دکھن جانب دروازے کے اوپر دو کتبے ہیں۔

شاہ دولت کی وفات کا کتبہ ۱۰۱۷ھ:

قطب اقطابِ زماں قدوۂ دیں　　آں کہ از مہر و مہ انور بودہ
شاہِ دولت کہ سوئے عالم قدس　　چوں ز گیتی بہ سفر در بودہ
سال ہجرش خردِ عاصی یافت　　وارثِ حال پیمبر بودہ
۱۰۱۷ھ

مقبرہ کی تعمیر کا کتبہ ۱۰۲۵ھ:

از بہر نثارِ ایں بنائے آباد　　از درج دلم دو درِ تاریخ فتاد
اول بشمر روضۂ احباب و دوم　　مانندِ بہشت جاوداں ایمن باد ۱۰۲۵ھ

مقامی روایات کے مطابق ان تاریخوں کے مصنف میر امان اللہ عاصی قصبہ سندیلہ (ضلع لکھنؤ) کے رہنے والے تھے اور مخدوم دولت کے مریدوں میں تھے۔

قصبہ منیر کی مسجد ۱۱۰۳ھ: اس مسجد کے اصل بانی مُلّا عبد الشکور تھے ۱۱۰۳ھ میں ابراہیم خاں نے اس کو از سر نو درست کرایا یہ مسجد مخدوم دولت کے مقبرہ سے اتر جانب چند سو گز کے فاصلہ پر ہے۔ اس کے اتر پچھم خانقاہ واقع ہے مسجد کی ساخت میں کوئی غیر معمولی بات معلوم نہیں ہوتی۔ اس کا صحن راستہ سے دس بارہ فیٹ کی بلندی پر واقع ہے بیچ کے در کے اوپر سنگ موسیٰ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر ایزد گو کہ از چون و چرا بر دشت تام	کز سپاسِ او شود فرخندہ دل شیریں کلام
مولوی عبدالشکور از و اصلانِ حق بگو	پیشوائے راہِ دیں بود و طریقت را امام
کرد مسجد را بنائے نیک از صدق و یقیں	از برائے سجدۂ طاعت خدا پاک نام
مسجد آں مولوی افتادہ بود ۔ ۔ ۔ ۔ ۔	کرد ابراہیم خاں از سر بنایش انتظام
در زمانِ شاہِ عالمگیر غازی دیں پناہ	عادل و کشور کشا فرمانروائے روم و شام
علوی نسلِ قریشی آں جانِ جاناں بن کبیر	شد بنا از مولوی او در جہاں فرخندہ نام
چوں مرتب شد ز دل پرسیدم از تاریخِ او	گفت از تاریخِ او شد مسجدِ بیت الحرام

۱۱۰۲ھ

۱۱۰۲ھ کی مسجد کا دوسرا کتبہ ۱۲۸۲ھ : مندرجہ بالا کتبوں کے نیچے سنگ مرمر کی دس انچ چوڑی اور بیس انچ لمبی لوح پر ایک اور کتبہ ہے جس کی عبارت یہ ہے :

"عبدالشکور ساختہ بنیاد اولیں	بارِ دگر نمودہ براہیم خاں بنا
پس خادمِ علی کہ رئیس است در منیر	از آلِ مصطفٰے و ز اولاد مرتضٰے
تعمیر کرد بارِ سوم مسجدِ کہن	شد قبلہ بہر کعبہ پرستانِ باصفا
بنمود فکر در سنِ تاریخِ او تیسیر	ہاتف بدیہہ گفت زہے خانۂ خدا"

۱۲۸۲ھ

ایں سنگ از مدینہ طیبہ کندہ کنانیدہ آوردہ شد یک ہزار و دو صد و ہشتاد و سہ ہجری ۱۲۸۲ھ

بعض مقابر کا ذکر : مقامی لوگ قصبہ منیر کے اتر اور پچھم جانب بعض مقاموں کو گنج شہیداں کہتے ہیں۔ شاید اسی مقام پر اول اول مسلمانوں نے یہاں آ کر جنگ کی اور یہیں کچھ لوگ مقتول ہوئے ہونگے۔ چھوٹی درگاہ سے پچھم مخدوم بڑن بلخی کا مزار بتاتے ہیں۔ تالاب سے پچھم میر قطائی[1] ابدال کی قبر کہی جاتی ہے۔ اس سے اور پچھم حسین خاں کی قبر بتائی جاتی ہے جو امام تاج فقیہ کے ساتھیوں میں تھے اور قریب میں ڈھائی کنگرہ کی مسجد اور جلال منیری کی قبر ہے۔ اتر جانب مومن عارف کی قبر بتائی جاتی ہے جو قصبہ منیر کے اول مسلمان باشندہ تھے۔ یہاں پر رکن الدین وغلاقی کی بھی قبر بتائی جاتی ہے جو مخدوم یحییٰ کے استاد تھے۔

[1] انہیں میر قطبی ابدال بھی کہا جاتا ہے ۔۔۔ ادارہ

ان قبروں کے علاوہ اور بھی اطراف و نواح قصبہ میں متعدد قبریں ہیں۔ مقامی لوگ اکثر قبروں کو شہیدوں کی قبریں بتاتے ہیں لیکن کتبہ نہ ہونے کے سبب زبانی روایات پر زیادہ بھروسہ نہیں کیا جاسکتا۔

موضع بھداواں میں ایک قبر کا کتبہ (غالباً ۹۹۱ھ): قصبہ منیر سے ایک کوس پورب موضع بھداواں ہے، راستہ سے پچھم جانب ایک چبوترے پر تین پختہ سنگین قبریں ہیں۔ دکھن جانب جو قبر ہے اُس کا مجر خوشنما ترشا ہوا ہے۔ اس مجر پر یہ آیت کندہ ہے: "یثبت اللہ الذین اٰمنو بالقول الثابت فی الحیاۃ الدنیا وفی الاٰخرہ"۔ سرہانے لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اور ۹۹۱ھ اور پائتانے شیخ عبد النبیؒ (یا عبد العلی) المشہور بہ میر واعظ ابن سید احمد بخاری کندہ ہے۔ سنہ کے ہندسے کسی قدر مٹے ہوئے ہیں، اس لیے ممکن ہے کہ بجائے ۹۹۱ھ کے ۱۰۶۱ھ ہو، بہرکیف طرز تعمیر اکبر شاہ کے زمانے کی ہے۔ قبر کا مجر حقیقتاً ایک لداؤ چھت پر واقع ہے اور اصل مدفن چبوترے کے نیچے ہے جو چبوترے کی جنوبی دیوار میں چھوٹے سے در سے نظر آتا ہے۔

اس مقبرہ سے دکھن پورب مسجد کی پشت پر میدان میں متعدد قبریں ہیں اُن میں درمیان والی پختہ قبر قطب سالار کی قبر کہی جاتی ہے جو امام تاج فقیہ فاتح منیر کے لشکر کے سرکردہ تھے۔ پچھم جانب ایک پختہ قبر لا غلام یحییٰ بہاری کی ہے جو اُن کے وصیت نامے کی رو سے دریافت کی گئی ہے۔ یہ وصیت نامہ ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی کے پاس موجود ہے۔ ان قبروں پر یا مسجد میں کوئی کتبہ موجود نہیں۔

شیر پور کی مسجد ۱۱۵۷ھ: منیر اور داناپور کے درمیان شیر پور واقع ہے۔ یہ ایک قدیم بستی کہی جاتی ہے۔ قصبہ کے بیچ میں سڑک سے لگی ہوئی دکھن جانب تین گنبدوں کی ایک مسجد ہے جس کے بیچ کے در کے اوپر سنگ موسیٰ کی دو فیٹ لمبی اور چودہ انچ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے:

یا اللہ	چو ایں مسجد ز عظمت خاں بنا یافت	یا اللہ
	کہ باشد سجدہ گاہ اہلِ اسلام	
	پئے تاریخ ایں فرخندہ مسجد	
یا اللہ	معظم مسجد آمد سالِ اتمام (۱۱۵۷)	یا اللہ

منیر اور شیر پور کے درمیان کئی قدیم بستیاں ہیں جہاں متعدد پختہ قبریں ہیں اور مسجد بھی ہے لیکن کتبہ کسی جگہ نہیں پایا جاتا۔ اسی طرح شیر پور اور داناپور کے درمیان بھی بعض قدیم بستیاں ہیں لیکن ان کے متعلق بھی کوئی قابل ذکر بات معلوم نہ ہوئی۔

ء ممکن ہے کہ عبد النبی کی جگہ عبد العلی یا عبد الغنی ہو۔ اس جگہ پر پتھر کی چٹ اڑ گئی ہے اس لئے صاف پڑھا نہ گیا۔

قصبہ داناپور

اس قصبہ کا اصل نام دھنہ پور یا دھن پور تھا جس کو راجہ دھن نند نے چوتھی صدی قبل مسیح علیہ السلام آباد کیا تھا انگریزوں نے اپنے دورِ حکومت میں اس کو فوج کی چھاؤنی بنایا۔ داناپور میں ایک نہر بھی ہے، جو سون ندی اور گنگا کے پانی سے بھری رہتی ہے یہ پٹنہ اور آرہ کے جنوبی علاقوں میں زراعت کے لیے بہت مفید ہے۔ اس نہر میں داناپور سے اروَل تک اسٹیمر بھی چلتا تھا۔

بی بی گنج کی مسجد ۱۲۳۴ھ: داناپور میں نہر کے پل کے پاس سے ایک راستہ سیدھا دکھن کھگول کو چلا گیا ہے جو دو کوس کے قریب ہے اور منیر سے جو سڑک پورب آئی ہے اس کی دو شاخیں ہو گئی ہیں جو نصف میل پورب جا کر مل گئی ہیں۔ داہنی جانب جو شاخ ہے اس میں کچھ دور جا کر راستے سے داہنی جانب ایک مسجد ہے جس کے بیچ والے در کے اوپر ستائیس انچ لمبی اور دس انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

زاں صلاحے کہ داشت در طینت ⬩ خاطر کار عاقبت پرداخت

از سر یمن بہر تاریخش ⬩ شاعرے گفت مسجد نو ساخت

۱۰ + ۱۲۲۴ = ۱۲۳۴ھ

اس مسجد سے کوئی دو سو قدم اتر جامع مسجد ہے لیکن اس میں کتبہ نہیں۔ اس سے تھوڑے فاصلہ پر ایک اور مسجد ہے جو ستّی والی کی مسجد کہلاتی ہے۔

شاہ محمد اکبر ابو العلائی قدس سرہٗ کی خانقاہ: جس جگہ متذکرہ بالا سڑک کی دونوں شاخیں مل گئی ہیں یہ شاہ جمال کا تکیہ کہلاتی ہے۔ یہاں پر ایک مسجد اور ایک گنبد کے اندر مزار ہے اور متعدد قبریں باہر صحن میں ہیں۔ اس مقام سے اتر گنگا کے کنارے شاہ محمد اکبر صاحب ابو العلائی کی خانقاہ اور قریب میں اسی سلسلے کے بزرگوں کے مزارات ہیں شاہ محمد اکبر صاحب ابو العلائی مشاہیر پیرانِ طریقت اور نامی شعرا میں تھے۔ آپکا نام کسی تعریف کا محتاج نہیں۔

کھگول کی مسجد ۱۳۳۴ھ: داناپور ریلوے اسٹیشن سے دکن اور کھگول بازار سے پچھم جانب ایک قدیم مسجد تھی جس کو ۱۳۳۴ھ میں وہاں کے مسلمان باشندوں نے پختہ بنا لیا ہے اور بیچ کے در کے اوپر یہ کتبہ لگا دیا ہے:

قطعہ سال تشئید مسجد نیک بنیاد کھگول

بہر اسلام مسلمانان ایں دہ ⬩ کمال شان ایں مسجد گواہست

بصرف مال پختہ ساختندش ⬩ ز خوبی دلکش اہل صفاہست

نصیب شاں جناں روز جزا باد ⬩ دعا از من اجابت از خداہست

وفا تاریخ تشئید بنایش ⬩ مقدس مسجد و بیت خداہست

قصبہ عظیم آباد

لال سے درگاہ شاہ ارزاں تک : گاندھی میدان کے پورب جانب جہاں پولیس والوں کے رہنے کی چھاؤنیاں بنی ہوئی ہیں، اس جگہ سے ایک راستہ پورب شاہ ارزاں کی درگاہ ہوکر صادقپور کی سڑک میں مل گیا ہے۔ اس راستے میں اول محلہ باقر گنج ہے۔

باقر گنج کی مسجد، ۱۲۵۷ھ : اس مسجد کی تعمیر معمولی قسم کی ہے۔ بیچ والے محراب کے اوپر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسجد اُسّس علی التقوی من اول یوم احق ان تقوم فیہ

بہر رضائے خدا ساختہ خیر النسا	مسجد عالی بنا چوں حرم محترم
خامہ زاہد چو کرد سال بنایش طلب	ھاتفش آواز داد ثانیہ بیت الحرم

۱۲۵۷ھ

تبارک علی کی مسجد ۱۲۷۵ھ : یہ مسجد باقر گنج کی گلی والی مسجد بھی کہلاتی ہے۔ اسکے کتبے کی عبارت حسب ذیل ہے:

مسجد مرتفع بنا فرمود	چوں تبارک علی پاک سرست
کلک نکہت بسال تعمیرش	کعبہ نو بہند ساخت نوشت

۱۲۷۵ھ

اصالت خاں کی مسجد ۱۲۴۴ھ : یہ مسجد راستے کے اتر جانب واقع ہے۔ اس محلہ کو فقیر باڑہ کہتے ہیں جو باقر گنج سے متصل پورب ہے مسجد کی مغربی دیوار باقی رہ گئی ہے اور دیواریں منہدم ہوگئیں اس کے اتر اور پچھم طرف بہت سی قبریں ہیں۔ راستے کے دکھن سابق میں پاگل خانہ تھا اب سائنس کالج ہے۔ بانی مسجد اصالت خاں کسی پلٹن میں صوبے داری کا عہدہ رکھتے تھے۔ مسجد کی دیوار قایم رہ گئی ہے اس کے بیچ چھوٹی سی لوح پر یہ عبارت ہے : "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ و لاشریک لہ۔ اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ

تعمیر ساختہ اصالت خاں صوبہ دار یکہزار دو صد چہل و چہار ہجری قدسی

مسماۃ نورن کی مسجد ۱۲۲۳ھ: اصالت خاں کی مسجد سے پورب تھوڑے فاصلے پر دوسری مسجد ہے۔ اس کے کتبے کی عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

تعمیر تاریخ پانزدہم شہر جمادی الاول ۱۲۲۳ھ روز شنبہ بوقت صبح مساۃ بی بی نورن رحلت فرمود ابوبکر، عمر، عثمان، علی۔

بھکنا پہاڑی: سائنس کالج سے کوئی چوتھائی میل پورب راستے کے دکھن جانب ایک بلند ٹیلہ ہے، جو بھکنا پہاڑی کہلاتا ہے۔ راستے کے کنارے مکانات بن گئے ہیں اس لیے راستے سے یہ ٹیلہ نظر نہیں آتا۔ موجودہ تحقیق کے مطابق اس جگہ راجہ اشوک نے اپنے بھائی مہندر نامی کے لیے راجگیر کے پہاڑ کا ایک چھوٹا سا نمونہ بنا کر اس کو یہاں رہنے پر راضی کیا تھا۔ چینی سیاح کے بیان کے مطابق یہاں پر بہت بڑے بڑے پتھروں کے حجرے بنے ہوئے تھے، لیکن اب پتھر کی چٹانیں دکھائی نہیں دیتیں، ممکن ہے کہ زمین کے اندر دب گئے ہوں۔ ٹیلے کے علاوہ راجگیر کی پہاڑی کا ایک بہت چھوٹا سا نمونہ مٹی کا بنا ہوا پورب اتر جانب رکھا ہوا ہے۔ ٹیلے پر نواب منیر الدولہ نے مکانات بنوائے تھے جن کا کچھ حصہ ابتک باقی ہے۔ ایک کمرے کے اندر مرمت کی غرض سے زمین کھودی گئی تو دو تین فیٹ سطح سے نیچے پتھر کے چند گولے جو گیند کے برابر نہایت خوشنما اور چکنے ہیں، دکھائی دیئے۔ نواب منیر الدولہ کے ورثا میں راقم کے قدیم دوست مہدی نواب صاحب نے یہ گولے راقم کو دکھائے تھے۔ اب اس ٹیلے پر مکانات بنے ہوئے ہیں، جن میں نواب صاحب مرحوم کے ورثا رہتے ہیں۔ اس کے متصل پورب محلہ مہندرو ہے جو غالباً راجہ اشوک کے بھائی مہندر کے نام سے نسبت رکھتا ہے اور بھکنا بھی لفظ بھیکو سے مشتق ہے جو بودھ دھرم کے فقرا کا لقب ہوتا تھا۔

درگاہ شاہ ارزاں: بھکنا پہاڑی سے نصف میل یا اس سے کچھ زیادہ پورب مشہور و معروف مقام ہے۔ اس سے متعلق بہت سے مواضعات بھی وقف ہیں۔ عشرہ محرم میں یہاں تعزیوں اور ریروتا کے پھول وغیرہ دفن کیے جاتے ہیں اور میلہ ہوا کرتا ہے۔

شاہ ارزاں صاحب کے مزار کا کتبہ: سڑک سے اتر جانب ایک احاطہ کے بعد اتر طرف دوسرے احاطہ کے اندر ہے۔ قبہ کے جنوب میں در کے اوپر ڈھائی فیٹ لمبی اور ڈیڑھ فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر یہ اشعار

کندہ ہیں: "رفت قطب زمان بہ اسانی — بہ ریاض بہشت نورانی
سال فوتش ز فیض ملہم غیب — گفت دل شاہ جنت ارزانی
۱۰۲۸ھ

درگاہ کا احاطہ بعد میں تعمیر ہوا تھا۔

درکا کتبہ ۱۰۵۲ھ: درگاہ کی دیوار میں در کے اوپر سائبان کے نیچے ڈیڑھ فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر یہ شعر کندہ ہے:

بہر تاریخ در گہش رفتم — پاک درگاہ خاص حق گفتم

شاہ سجاول کا مزار ۱۰۶۳ھ: گنبد کے اوپر سنگ موسیٰ کا بیضاوی لوح پر جو دو فیٹ لمبی اور سولہ انچ چوڑی ہے، یہ کتبہ ہے:

عاشق مولا سجاول شاہ شاہِ دین پناہ — چوں ازیں دار فنا شد جانب دار السلام
سال تاریخ وفات آں سریر آرائے فخر — گفت دل جا یافتہ بر مسند وصل امام
۱۰۶۳

اعداد جوڑنے سے ۱۰۶۴ ہوتے ہیں متقدمین کے یہاں تاریخ میں ایک عدد کی بیشی جائز تھی۔

شاہ شہباز کا مزار ۱۱۲۳ھ: سنگ موسیٰ کی لوح (۱۰"x۵") پر یہ کتبہ ہے:

هو العلی الاعلی

کرد رحلت بسوئے باغ جناں — آنکہ در فقر بود ممتازے
شاہ شہباز عارف کامل — کہ براہ رضاست جانبازے
طایر سدرہ گفت ایں تاریخ — بود شہباز عرش پروازے
۱۱۲۳ھ

شاہ بسنت کا مزار ۱۱۵۸ھ: سنگِ موسیٰ کی لوح (۱۵"x۲۰") پر یہ اشعار کندہ ہیں:

کرد رحلت چار شنبہ نوزدہ ماہ رجب — گفت ہاتف عارف یزداں نسبت عالی نسب
۱۱۵۸ھ

شاہ کریم اللہ کا مزار ۱۱۶۱ھ: سنگِ موسیٰ کی لوح (۱۰"x۲۴") پر یہ کتبہ ہے:

مالک الملک فقر شاہنشاہ — زدہ در کشور بقا خرگاہ
گفت تاریخ رحلتش تقدیر — یافت قرب نبی کریم اللہ
۱۱۶۱ھ

شاہ غلام حسین کا مزار ۱۲۱۱ھ: سنگ موسیٰ کی لوح (۱۰"x۱۴") پر یہ کتبہ ہے:

شاہ حق آشنا غلام حسین   حیف زیں خاکداں بجنت رفت
خواست عشقی چو سال رحلت او   گفت ہاتف بسوئے جنت رفت
۱۲۱۱ھ

شاہ کریم بخش کا مزار ۱۲۵۲ھ: سنگِ موسیٰ کی بیضاوی لوح (۱۰"×۲۰") پر یہ کتبہ ہے۔ یہ مزار شاہ سجاول کے قبہ کے مقابل ہے:

آں کریمے کہ بود بحر کرم   کرد رحلت زکہنہ دار فنا
بود مقبول خالقِ اکبر   مانمش کرد عالم بالا
قدسیان عدم ہمی کردند   سال تاریخ فوت او انشا
گفت رضوان نجلد تا زبخش   اے جناب کریم بخش بیا
۱۲۵۲ھ

عباد اللہ شاہ کا مزار ۔ ۱۲۶۰ھ: سنگِ موسیٰ کی لوح (۱۰"×۱۴") پر یہ کتبہ ہے:

جانشین شاہ ارزاں چوں جنید   یافتہ تا دولت قرب اللہ
گفت سال رحلتش را عبرتی   زیں جہاں رفتہ عباد اللہ شاہ
۱۲۶۰ھ

کتبہ عیدگاہ ۱۲۵۸ھ: یہ عیدگاہ احاطہ کے اندر زکیم جانب ہے۔ سنگ موسیٰ کی بیضاوی لوح (۹"×۱۸") پر یہ کتبہ ہے:

کوبہ نظیر عیدگہے عرش وسعتے   تعمیر چوں خلیفہ شبلی شیم نمود
پرسید عبرتی سن او راز غیب گفت   سن یکہزار و دو صد و پنجاہ و ہشت بود

اس عیدگاہ کے بانی عباد اللہ شاہ تھے۔

درگاہ کی مسجد ۱۰۷۰ھ: یہ مسجد درگاہ کے قریب دوسری جانب علیحدہ واقع ہے تعمیر مستحکم ہے اور کتبہ نہایت خوشخط اور خوشنما ہے۔ مسجد کے اندر سورہ اخلاص بھی مکتوب ہے۔ مسجد کے کتبے کی لوح پر (جو سنگ موسیٰ کی ہے) آیات قرآنی کے ساتھ یہ کندہ ہے:

"ان المساجد للہ فلا تدعو مع اللہ احدا

بانی ہذا المسجد العالی دربان نواب عبد اللہ خان کتبہ محمد مقیم ولد میر عبد الرسول ۱۰۷۰ھ۔

شاہ غلام علی کا مزار ۱۳۰۸ھ : عباد اللہ شاہ کے مزار کے متصل پورب جانب گنبد کے در پر سنگِ موسیٰ کی لوح پر جو پندرہ انچ مربع ہے سہ اشعار کندہ ہیں۔ گرد آلودہ ہونے کے سبب بعض حروف صاف پڑھے نہیں گئے۔

دریغا کہ شاہ غلام علی	ولی . . . .
تہہِ خاک شد جسم پاکش نہاں	بے کمل چشم خفی وجلی
رقم کرد شہرت پے سال فوت	. . . . . فاد خلی جنتی

یکم شعبان روز پنجشنبہ ۱۳۰۸ھ۔

صلابت خاں کی قبر ۱۲۲۶ھ : محلہ عالم گنج میں صدر سڑک سے اتر جانب محلہ پٹھان ٹولہ ہے۔ یہاں سابق میں متمول پٹھان رہتے تھے، اور اسی جگہ میواتیوں کا ایک خاندان جو حسن خاں میواتی کی اولاد سے ہے آباد تھا۔ انھیں میں محمد ناہر اول عظیم آباد آکر ہاتھی گھوڑے اور مویشی کی تجارت کرتے تھے، یہ لوگ خانزادے کے لقب سے مشہور ہیں۔ ان کے اجداد راجپوت راجاؤں کے خاندان سے تھے اور فیروز تغلق کے عہد میں ۷۵۰ھ میں حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی تلقین سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ امیر خان وغیرہ جو وہابیوں کے مقدمہ میں ماخوذ ہوئے تھے اور اپنے زمانہ میں سارے ہندوستان میں سب سے بڑے تاجر تھے اسی خاندان سے تھے۔ صلابت وغیرہ کے نام شاہی وقت کے کچھ فرامین واسناد بھی تھے جو غالباً تلف ہو گئے۔ ان کا مقبرہ گلی سے اتر جانب ہے، اور اب بالکل شکستہ حال ہو گیا ہے۔ قبر کا کتبہ جو سنگِ موسیٰ کی لوح پر ہے فی الحال سراج خانصاحب کے مکان کے اندر رکھا ہوا ہے۔ ۲۴ انچ لمبا اور پندرہ انچ چوڑا ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شدس آخر چو عہد زندگانی	صلابت خاں گذشت از دار فانی
خرد گفت از قلم تاریخ برگو	الف بنوشت و دوا ندر شش و دو ۱۲۲۶ھ

ننمو بیہ سے کچھم دروازہ تک نچلی سڑک (انگلش روڈ) کے اطراف کا حال : پتھر کی مسجد سے یا دو میل پورب آکر صدر سڑک کی دو شاخیں ہو گئی ہیں جو کچھم دروازہ میں آکر مل گئی ہیں۔

نی لی کا ذکر: فاہیان نے اپنے سفرنامہ میں راجہ اشوک کا نیلی نامی ایک شہر آباد کرنا بیان کیا ہے۔ فاہیان لکھتا ہے کہ: "استوپ (جو بدھ کے قدم کے نشان والے وہار کے سامنے تھا) سے تین چار سو قدم اُتر اشوک نے شہر نی۔لی آباد کیا۔ اس میں ایک سنگین پایہ ہے جو تیس قدم سے زیادہ بلند ہے۔ اس کے سرے پر شیر بنا ہوا ہے۔ اس پائے کے کتبے میں نی لی کی تعمیر کا سبب مع سن و روز و ماہ درج ہے۔ گمان ہوتا ہے کہ نمونیہ کے پاس سے سڑک کی دونوں شاخوں کے درمیان جو مثلث ہے شاید اسی جگہ نی۔لی آباد کیا گیا ہوگا۔

شاہ رستم علی کی قبر ۱۲۳۰ھ: بجلی سڑک پر چند سو قدم پورب آنے پر داہنی طرف ایک گلی دکھن کو جاتی ہے جو محلہ میر شکار ٹولی کی گلی کہلاتی ہے۔ اسی گلی میں ایک چھوٹی سی جامع مسجد ہے۔ جس کے صحن میں ایک پختہ قبر کے سرہانے سنگِ سیاہ کی لوح (۲۶"×۱۰") پر یہ کتبہ ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم

بتاریخ بست و یکم شہر جمادی الاول ۱۲۳۰ ہجری المقدس روز سہ شنبہ گنہگار رستم علی

وفات و از برکات روح پر فتوح حضرت شاہ ابوالبرکات قدس سرہ دریں مقام آرام و نجات

یافت توقع از پارسایان و ناظران ہمین کہ بہ نظر شفقت جانب مزارم نگرند و بدعائے مغفرت یاد آرند

عتاب اے پارسا روا زگنہگار | بہ بخشایندگی در وے نظر کن

اگر من ناجوانمردم بکردگار | تو بر من چون جوانمردان گذر کن

۱۲۳۰ھ

اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد عبدہ و رسولہٗ۔

بغیر نام کا کتبہ ۱۹۲۷ء: میر شکار ٹولی کے موڑ سے کوئی سو قدم پورب سڑک کے اُتر جانب چھوٹا سا گورستان ہے۔ اس میں ایک قبر پر دو فیٹ لمبی معمولی پتھر کی لوح پر صرف اس قدر عبارت کندہ ہے:

" تاریخ وفات ۳ نومبر ۱۹۲۷ء یوم پنجشنبہ "

ایک نامعلوم شخص کی قبر اور گنبد: متذکرہ بالا قبر سے پورب تھوڑے فاصلہ پر سڑک سے اُتر ایک قدیم گنبد ہے، جس کے اندر کسی دولت مند آدمی کی قبر معلوم ہوتی ہے کیونکہ پورا تعویذ سنگ موسیٰ کا ترشا ہوا ہے۔ فی الحال گنبد کے گرد کو ئریلوں نے کاشت کی حفاظت کے لیے زمین کو کانٹے سے گھیر رکھا ہے۔ اسی جگہ سے ایک راستہ دکھن کھیم شاہ ارزاں کی خانقاہ کو جاتا ہے۔ یہ گنبد بہت قدیم معلوم ہوتا ہے غالباً پٹھان حکمرانوں کے عہد کا ہے۔

ڈنکے کی املی کی مسجد: جس گنبد کا اوپر ذکر ہوا اس سے پورب کچھ فاصلہ پر سڑک اتر کنارے

سے لگی ہوئی پست گنبدوں کی مسجد ہے جس میں سنگ سیاہ کی ایک فٹ لمبی لوح پر یہ کتبہ ہے :

از کرم کریم گوید حیرت
۱۱۹۶ھ

برمضان روز جمعہ چوں گلاب — بنا کرد محراب رب الخلیق
چنین ملہم غیب تاریخ گفت — بود مسجد ہمچو بیت العتیق ۱۱۹۶ھ

ایک اور مسجد : ڈنکے کی املی والی مسجد کے سامنے دکھن پچھم سمت کو ایک چھوٹی سی شکستہ حال مسجد ہے جس کے کتبے کی آٹھ انچ لمبی اور سات انچ چوڑی لوح پر یہ عبارت ہے :

" بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
بتاریخ غرہ ربیع الاول سن ۲۹ سامان قوم پاسن اراست مسجد کرد "

ایک اور نامعلوم قبر اور گنبد : ڈنکے کی املی والی مسجد کے سامنے دکھن کوئی پچاس قدم کے فاصلہ پر گلا کے اندر ایک قدیم گنبد ہے جو اول الذکر گنبد کے طرز پر بنا ہوا ہے لیکن اینٹوں پر کچھ گچ نہ ہو پایا۔ اس میں جو قبر ہے کسی دولت مند شخص کی ہوگی۔ پلاسٹر نہ ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ تعمیر مکمل ہونے سے پہلے ہی بنوانے والے پر کوئی مصیبت آئی جو اس نے اسے ناتمام چھوڑ دیا۔ عجب نہیں کہ پٹھانوں کی حکومت کے آخری زمانہ میں یہ گنبد تعمیر ہوا ہو اس قسم کے گنبد نواح شہر میں اور بھی ہیں جن کا ذکر اپنے مقام پر کیا گیا ہے۔

مدار و مہترانی کی مسجد، ۱۲۱۷ھ : متذکرہ بالا مسجد سے کوئی دو سو قدم پورب راستے کے کنارہ ایک شکستہ مسجد کی دیوار باقی ہے۔ اس کے کتبے کا پتھر فی الحال مولوی محمد عبید اللہ صاحب ساکن محلہ ڈنکے کی املی کے پاس ہے۔ اس کی لوح معمولی پتھر کی ایک فٹ لمبی اور دس انچ چوڑی ہے۔ اس پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے :

" بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ ۔ تاریخ تعمیر مسجد مدار و مہترانی ہفتم شوال ۱۲۱۷ ہجری ۔ "

شاہ باقر کا تکیہ : ڈنکے کی املی سے کچھ اور آگے پورب سڑک کے دکھن طرف شاہ باقر کا تکیہ ہے۔ جہاں چہلم میں تعزیے بہلام ہوتے ہیں۔ اس سرزمین میں پچھم طرف ایک امام باڑہ اور پورب طرف ایک چھوٹی سی مسجد اور صحن میں متعدد قبریں ہیں۔ امام باڑہ نہایت شکستہ حالی ہو رہا ہے۔ شاہ باقر صاحب کا سال وفات غالباً ۱۲۰۵ھ یا ۱۱۸۰ھ ہے۔

خلفائے شاہ باقر ـــ شاہ غلام عسکری ـــ شاہ صادق حسین ـــ خواجہ قادری (وظیفہ خوار ایسٹ انڈیا کمپنی) ـــ شاہ وزیر ـــ شاہ فدا حسین عرف پیارے صاحب (درویشی کا سلسلہ ان پر ختم ہوا) ـــ شاہ جعفر صاحب

(متولی وسجادہ نشین) ـــــ شاہ علی حسین، خود ساختہ متولی۔

شاہ حمزہ علی کا تکیہ اور مزار ۱۲۳۶ھ: شاہ باقر کے تکیے سے پورب کوئی تین سو گز کے فاصلہ پر سڑک سے ایک باریک راہ دکھن طرف چلی گئی ہے۔ یہ گلی شاہ حمزہ علی کے تکیے اور مزار تک چلی گئی ہے جو گلی کے پورب طرف کو واقع ہے۔ اول ایک مکان ملتا ہے، جس میں راقم نے کچھ سادھوؤں کو دیکھا اس کے سامنے بلند قبر شاہ حمزہ علی کی ہے۔ سرہانے ایک گز لمبی اور نصف گز سے کم چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

الف اللہ ۔ کل من علیہا فان

عاشق حق مجرد و آزاد	شاہ حمزہ علی پاک وجود
چون ز مولا صدائے عشق شنید	در رہ وصل کام ذوق کشود
بود در جستجوے ستار بخش	سر فرو بردہ احد بے بود
از لب یاس گفت ہاتف غیب	بردہ بستر بدرگہ معبود ۱۲۳۶ھ

اس قبر کے گرد اور بھی متعدد قبریں ہیں، لیکن ان پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ نچلی سڑک سے اتر ایک گلی عیدگاہ سیف خان کی طرف جاتی ہے اور محلہ صادق پور شروع ہوتا ہے۔ پٹنہ میونسپلٹی کا دفتر سڑک سے دکھن واقع ہے۔

عیدگاہ سیف خان ۱۰۳۸ھ: صادق پور اور گلزار باغ کے درمیان جس جگہ پر سڑک سے دکھن شاہ حمزہ کے تکیے کا راستہ ہے۔ اسی کی دوسری جانب ایک راستہ اتر کو جاتا ہے جو گلزار باغ میں افیون گدام کے قریب بڑی سڑک سے مل گیا ہے۔ نصف راستہ طے کرنے پر پچھم جانب بلند چبوترے پر نواب سیف خان حاکم صوبہ کی بنوائی ہوئی عیدگاہ ہے جو شہر میں مشہور و معروف مقام ہے۔ عیدگاہ کے پچھم جانب دس فیٹ بلند دیوار ہے، اور باقی تینوں طرف ریختہ کے پایوں میں لوہے کی سلاخوں سے احاطہ بنالیا گیا ہے۔ دیوار میں دو فیٹ لمبی اور ڈیڑھ فیٹ کے قریب چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

۷۸۹

شکر ایزد این بنائے دلکشاد بے نظیر	شد بعہد ثانی صاحب قران شاہ جہاں
شاہ خرم سمت شہاب الدین محمد بادشاہ	آنکہ حکمش را مسخر شد زمین و آسماں
سیف خان آن داور دانا دل والا شکوہ	شد بتوفیق الہیٰ بانی ایں فرش مکاں
زینت روحان فزا تراز ہوائے باغ خلد	وسعت او دلکشا تر از حیات جاوداں
چوں عطائی خواست تاریخ بنائش گفت دل	دائما بادا بنائے عیدگاہ سیف خاں ۱۰۳۸ھ

سابق میں اس عیدگاہ کے گرد وسیع زمینیں تھیں اب لوگوں نے کسی طرح قبضہ کر کے مکانات بنا لیے ہیں اور اتر اور پچھم جانب جو تھوڑی زمین رہ گئی ہیں انہیں میں متعدد قبریں ہیں۔ ان میں چار قبروں پر کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔ ایک قبر حافظ امیر خاں صاحب الہ آبادی کی ہے جنھوں نے ۷ فروری ۱۸۹۵ء کو انتقال کیا۔ دوسری قبر حاجی عبداللہ کی ہے جنھوں نے ۱۳۰۵ھ میں انتقال فرمایا۔ تیسری قبر نواب علی خاں کی ہے جو ۱۲۲۰ھ میں دریا میں غرق ہو کر مرے۔ چوتھی قبر حاجی یدھیلی میاں ساکن موضع سہر اضلاع گیا کی ہے جنھوں نے ۲۲ رمضان ۱۳۰۳ھ کو انتقال کیا۔ اور قبروں پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔

عدالت کے احاطہ میں میجر ناکس کی قبر ۱۷۶۴ء: لان سے کوئی چوتھائی میل پورب شاہراہ سے اتر جانب عدالت کا احاطہ ہے۔ اس کے اندر پورب اور اتر کونے میں گنگا کے کنارے سے قریب ایک بلند پایا بنا ہوا ہے جو دس فیٹ مربع چبوترے کے اوپر ہے پائے کی بلندی تیس فیٹ سے کم نہیں، اوپر جا کر گول دار بنا ہوا ہے۔ اس میں پچھم جانب سیاہ پتھر پر جو تخمیناً چار فیٹ مربع ہے انگریزی میں یہ عبارت کندہ ہے۔ پتھر پلاسٹر کے اندر جمایا ہوا ہے۔ کسی شریر نے اس کو توڑ ڈالا ہے۔ دو جگہ شق ہو گیا ہے۔

Here lays deposited theEarthlyremains of Rand furlic Knex who after having lived many years in the military service of the united East India Company, universally esteemed and beloved, died on 28th day of June 1764, aged 34 years. As universally lamented.

Reader, whatever the principle of their religion, many form their life after his example. So shall the pious tear never be wanting to be shed to thine as to his memory.

عدالت کے پھاٹک کے قریب ہی پچھم جانب بھی کچھ قبریں انگریزوں کی ہیں اور ان کے علاوہ پھاٹک کے سامنے سڑک کے دکھن جانب انگریزوں کا گورستان ہے۔ ایک پادری نے اس کا حال ایک کتاب کی صورت میں لکھا ہے۔ اس میں مفصل حالات ہیں۔

شاہ کالے کا مقبرہ ۱۱۲۴ھ: صادقپور کی مشرقی حد پر سڑک کے اتر جانب ایک مقبرہ ہے۔ جس کے گرد خوشنما احاطہ ہے۔ صحن کے بیچ میں ایک بڑے گنبد کے اندر شاہ کالے کی قبر ہے۔ گنبد کے جنوبی دروازہ کے اوپر ایک سیاہ پتھر پر جو دو ہاتھ کے قریب لمبا اور نصف ہاتھ چوڑا ہے نستعلیق میں یہ اشعار کندہ ہیں۔

شاہ کالے حبیب یزدانی یافت نعمت ز مرتضیٰ ثانی

گفت رزاق سال تاریخش کو محب اتیت ربّانی

۱۱۲۴ھ

اتیت سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی فقیر یا جوگی کے ہیں۔

لان کے موڑ سے گلزار باغ تک:-

لان کی مسجد ۱۲۵۸ھ: لان یعنی پر فضا میدان کے پورب اتر کونے پر سڑک کے دکھن کنارے سے لگی ہوئی پہلی عمارت یہی مسجد ہے اس کے اندر بیچ کے محراب پر لوح پر یہ کتبہ ہے:

هو الغفار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللھم صلی علی [illegible] وسلم

اللہ اکبر

دو برادر بہ نیت صادق

کرد بنیاد خانہ طاعت

پے تاریخ او دل مشتاق

رفت در بحر فکر یک ساعت

بہر توحید داد عطف فگند

گفت تعمیر جمن و ہمت

۱۲۵۸ھ تعمیر جمن و ہمت حجام

محمداً عبدہ ورسولہ

اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مان بی بی کی مسجد ۱۲۱۲ھ: عدالت کے احاطہ سے کوئی سو قدم پورب سڑک کے دکھن جانب یہ مسجد ہے۔ سابق میں کیٹنگ صاحب کا بنگلہ اسی کے پاس تھا۔ مسجد کے بیچ والے در کے اوپر معمولی پتھر کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تعمیر ساخت بی بی مان فی ۱۲۱۲ھ ہزار و دو صد و دوازدہ ہجری۔

مسجد سے دکھن ایک چھوٹا سا امام باڑہ بھی ہے۔

بی بی مان کی قبر ۱۲۲۵ھ: بی بی مان کی قبر مسجد کے صحن سے لگی ہوئی پورب جانب ہے۔ اس کا

کتبہ فی الحال مسجد کے چبوترے کی دیوار میں لگا دیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عفا چون مان بی بی خلق را کرد از سخائے خود	پسے نعم البدل بنمود حاصل از خدائے خود
پے تعزیت آں عبا معروف بود از جہان	بیمن آن در فردوس بکشاد از برائے خود
زبس اعمال نیکو گشتہ زو صادر از ان دریافت	غریق بحر غفران خدا سرتا بپائے خود
بروز پنجشنبہ کان زشعبان بود بردہ دو	برفت از دہر فانی در بہشت و گلستائے خود
پے تاریخ و سال رحلتش زینگونہ رضوان گفت	بگلزار عدن بنمود بی بی مان جائے خود

مراد پور: اسپتال کے احاطہ میں اتر جانب ایک پختہ قبر ہے جو شاہ مراد یا مرزا مراد کی قبر کہی جاتی ہے۔ غالباً صاحب قبر کے نام سے سارا محلہ موسوم ہو گیا ہے۔ یہ کون شخص تھے، صحیح معلوم نہیں اور قبر پر کوئی کتبہ بھی موجود نہیں لیکن گمان ہے کہ یہ مرزا رستم صفوی کے بیٹے مرزا مراد کی قبر ہے واللہ اعلم۔ مرزا رستم صفوی ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۰ء) میں بہار کے صوبہ دار تھے۔ ان کا حال راقم کی "تاریخ مگدھ" میں مذکور ہے۔

خدابخش لائبریری: اسپتال کی عمارتوں سے پورب سڑک کے اتر طرف اس کتب خانہ کی عمارت ہے۔ یہ کتب خانہ اورینٹل پبلک لائبریری کے نام سے موسوم ہے اور نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں قلمی کتابوں کا ایک نادر ذخیرہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ قرطبہ (اندلس) میں عربوں کی بربادی کے بعد جو کتب بچ رہی تھیں ان میں سے ایک نادر کتاب کا اصلی نسخہ اب صرف اسی کتب خانہ میں موجود ہے۔ دیوان حافظ کا ایک نسخہ جس پر سلاطین مغلیہ کے دستخط ہیں اس کتب خانہ میں موجود ہے۔ شہنشاہ جارج پنجم نے بھی ۱۹۱۱ء میں اس پر اپنا دستخط بطور یادگار ثبت کیا ہے۔ یہ لائبریری دنیا میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔

مراد پور کی مسجد ۱۲۳۳ھ: بی بی منون کی بنوائی ہوئی ہے۔ محلہ مراد پور میں سڑک سے لگی ہوئی دکھن جانب یہ مسجد ہے۔ حال میں لوگوں نے اسکی مرمت بھی کرائی ہے

بیچ کے در کے اوپر معمولی قسم کے پتھر پر جو ایک ہاتھ کے قریب چوڑا اور ڈیڑھ ہاتھ سے کچھ زیادہ لمبا ہے یہ کتبہ ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

مسجدے عالی بنا کردہ تمام	بی بی منون خانم فرزانہ
گفت دل تاریخ از بہر رسول	پاک بنیادے عبادت خانہ
	۱۲۳۳ھ

مسجد کے اندر بھی پیش نماز کی جگہ کے سامنے محراب میں سنگ مرمر کی لوح پر لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کندہ کیا ہوا ہے۔

حمام کا کتبہ ۱۲۴۹ھ: ہندوستان کے مشہور و معروف نادر کتب خانہ (اورینٹل پبلک لائبریری) میں ایک کتبہ رکھا ہوا ہے جو سابق میں غالباً محلہ "حمام پٹنہ سٹی میں کسی جگہ لگا ہوا تھا۔ اس کی عبارت یہ ہے:

"محمد بخشی خان ابن علی قاسم خان بہادر مغفور، ماہ ربیع الاول ۱۲۴۹ھ حمام سنگی تعمیر کرد۔"

دیوان محلہ اور گرُہٹہ کے درمیان جو آبادی محلہ حمام کہلاتی ہے سابق میں یہاں کوئی حمام تھا۔ اب اس کی یادگار اس محلہ کا نام اور کتبے کا پتھر ہے جو لائبریری میں رکھا ہوا ہے۔

پٹنہ کالج اور یونیورسٹی کے مکانات: کتب خانہ (خدا بخش لائبریری) سے کوئی سوڈیڑھ سو گز پورب سڑک کے اتر جانب پٹنہ کالج کی عمارت شروع ہوتی ہے اور اس جگہ سے ایک راستہ اتر گنگا کے کنارے تک چلا گیا ہے، جہاں مہاراجہ دربھنگہ کے مکانات بھی ہیں۔

پٹنہ کالج کی عمارت کے بعد یونیورسیٹی کی عمارت کا سلسلہ انجینرنگ کالج تک چلا گیا ہے۔

مدرسہ شمس الہدیٰ کی مسجد ۱۳۳۰ھ: یونیورسیٹی کی عمارت جس جگہ ختم ہوتی ہے، اس سے کچھ دور پورب سڑک کے دکھن جانب مدرسہ شمس الہدیٰ کی عمارتیں ہیں اور ان کے دکھن پچھم اس مدرسے کی مسجد بھی ہے۔ مدرسہ اور اس کی مسجد کی تعمیر کا حال اس کتبے میں مذکور ہے:

۷۸۶

حاجی حرمین از فیض نبی	سید نورالہدیٰ۔ سی۔ آئی۔ ای
مرحبا افضال حق بر حال او	حنفی و ہم عامل امر و نہی
عمر را بگزاشت در انصاف خلق	قاضی القضاۃ دور انگلشی
جائداد و مال و کل املاک خویش	کرد وقف راہ مولائے غنی
ساختہ دار العلوم دین پناہ	چشمہ فیض نبیٔ ابطحی

۱۳۳۰ھ

طالبان دین و دنیا را دہد	درس دین علم و فنون مغربی
از برائے طاعت معبود کرد	مسجدے تعمیر با صد خرمی
بخشد عمر خضر حی لایموت	تا م رکشن گرد داز مہ تا ماہی
نور عین بدر بنیادش نہاد	نائب سجادہ محی دین ولی

کمترین بندۂ احمد ظہور	کرد در تعمیر بس بالا دوی
سال بنیادش زہجری آشکار	نور مسجد خانۂ ربِّ قوی ۱۲۲۷ھ

انجینیرنگ کالج : سابق میں انجینیرنگ اسکول تھا اب کالج ہوگیا ہے۔ جس جگہ اس کی عمارتیں ہیں سابق میں یہ جگہ افضل گنج کہلاتی تھی۔ افضل خاں پسر علامۂ ابوالفضل نے اپنی صوبہ داری میں یہاں ایک باغ اور مکان آراستہ کیا تھا اور انھیں کے نام سے یہ محلہ موسوم ہوا۔ فرخ سیر کی تاجپوشی اسی جگہ ہوئی تھی۔ اس سے متصل جو آبادی ہے محلہ گولک پور کہلاتی ہے۔

گولک پور کی مسجد : مقامی روایات اور مسجد کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق میں اس جگہ کوئی اور مسجد تھی جس میں فرخ سیر نے نماز پڑھی تھی۔ مسجد کے گر جانے پر ۱۲۴۸ھ میں موجودہ مسجد تعمیر کی گئی جو چھوٹی اور معمولی قسم کی عمارت ہے۔ اس کے کتبے کی عبارت یہ ہے :

کرد احیا چو ذوالفقار علے	دوستدار علی امام ہدیٰ
مسجد شاہ ماں را کہ دراو	کرد فرخ سیر نماز ادا
بانگ زد سال حیی بلال دلم	ساز آباد خانۂ تقوی ۱۲۴۸

غلام علی کی مسجد ۱۲۵۸ھ : گولک پور میں یہ دوسری مسجد تھی اب منہدم ہوگئی ہے۔ کچھ آثار باقی ہیں۔ اس محلہ میں جا بجا مسلمانوں کی پختہ قبریں بھی ہیں۔

مسجدے خادم علی کردہ بنا	کان پسند چشم ہر کس آمدہ
از خرد جستم چو تاریخش بگفت	ثانی بیت المقدس آمدہ ۱۲۵۸ھ

تاجو کی مسجد ۱۱۱۴ھ : محلہ سلطان گنج میں ایک پرانی مسجد ہے۔ اس کے کتبے کی عبارت پوری پڑھی نہ گئی، تاہم اس قدر واضح ہے :

شیخ بدری ...... تاجو نام	....
مسجدے ساخت ہمچو بیت حرام	گفت ہاتف زغیب ایں بنام ۱۱۱۴ھ

۱۲۸۲ھ کی مسجد : اسی محلہ کے قریب ایک دوسری مسجد ہے جس کے کتبے کی عبارت یہ ہے

حسین بخش زہے خوش خصال نیک اعمال	بنائے مسجد تو ساختست مردانہ
خوش است مصرعہ طیب بسال تاریخش	چو کعبہ قبلہ زبہر نمازی این خانہ ۱۲۸۳ھ

پتھر کی مسجد ۱۰۲۶ھ : شہر میں مشہور و معروف مسجد ہے۔ اس مسجد کے سبب پورا محلہ پتھر کی مسجد کہلاتا ہے۔ مسجد سڑک سے لگی ہوئی اُتر جانب ہے۔ گورنمنٹ گزیٹر اور بعض رسالوں میں غلطی سے اس کو شاہزادہ پرویز کی بنائی ہوئی مسجد لکھ دیا ہے، لیکن دراصل یہ مسجد شہزادہ پرویز کے زمانے میں نظر بہادر خویشگی نے جو شاہجہاں کے عہد میں بھی شاہی امرا میں تھے بنوائی تھی۔ شاہزادہ پرویز ۱۰۲۰ھ سے ۱۰۳۴ھ تک حاکم صوبہ تھا (۲۱-۱۶۲۱ء) اس نے ۱۰۳۵ھ میں برہانپور میں انتقال کیا جو جہانگیر نامہ صفحہ ۴۰۲ میں بھی مذکور ہے۔ یہ کتبہ اسکے انتقال کے بعد لگایا گیا۔

مسجد کے بیچ والے در کے اوپر ۲۱×۲۶ انچ کے سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے :

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

در عہد نور چشم جہانگیر بادشاہ	پرویز شاہ عادل و باذل بعقل و رائے
کیخسرو زمانہ و جمشید سلطنت	بر تخت مملکت چو سکندر جہانکشائے
کرد ایں بنائے خاص نظر خویشگی کہ ہست	در پیروی شرع محمد چو کوہ پائے
مسمار ساخت قلعہ جھولی و بتکدہ	و ز سنگ و چوب بتکدہ شد ایں نکو بنائے
کردم سوال سال بنائش ز پیر عقل	گفتا بگو خرامی خیر المقام جائے ۱۰۲۶ھ

کتبے کے گرد جو پتھر لگے ہوئے ہیں، ان کا رنگ سیاہ و بادامی ملا ہوا ہے۔ جھولی ضلع گورکھپور میں ہے جو تاریخ آئینۂ اودھ صفحہ ۲۶۹ میں بھی مذکور ہے۔ یا شاید اس نام کی کوئی اور جگہ ہو۔

موہن ڈفالی کی مسجد ۱۲۶۳ھ : پتھر کی مسجد سے پورب کوئی سو گز کے فاصلہ پر راستے سے لگی ہوئی اُتر جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کی چھت کا کچھ حصہ خام اور کچھ پختہ ہے بیچ کے در پر ۸×۱۱ انچ سنگ سیاہ کی لوح پر یہ کتبہ ہے :

اللہ اکبر

بجد و جہد چو تعمیر کرد مسجد خام	نکو سرشتہ موہن زنی ربانہ ساز
بگفت سال بنائش ز روئے دل فرحت	بیا بمسجد حق با ادب نماز گذار (تعمیہ بعدد ۱۲۶۳ھ)

(لفظ گذار کو ذال معجمہ سے لکھا ہے اور اس کے عدد سات سو شمار کیے ہیں۔)

ترپولیہ : پتھر کی مسجد سے کوئی تین سو گز پورب ترپولیہ کی عمارت ہے۔ یہ نوبت خانے کے طور پر سہ منزلہ عمارت تھی، جس کے محراب کے نیچے راستہ ہے۔ مرمت نہ ہونے کے سبب اب خراب حال ہے۔ اس کے کچھ

متعدد شکستہ قبریں اور ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے دوسری جانب زنانہ اسپتال ہے۔ ترپولیا کے معنی تین دروازوں کے ہیں اس میں ایک دروازہ بڑا بیچ میں ہے جو صدر راستہ ہے اور دو دروازے اس کے دونوں جانب ہیں۔

ایک انگریز کی قبر ۱۸۲۰ء : ترپولیے سے چند سو گز پورب محلہ عالم گنج میں اہل حدیث کی مسجد کے دکھن جانب ایک قبر کی لوح پر یہ انگریزی کتبہ ہے :

" TO THE MEMORY OF JACOB SHAVIER WHO DEPARTED THIS LIFE ON THE 17 SEPTEMBER 1820 AGED ABOUT 60 years. HE WAS AN OLD INHABITANT AT THIS STATION AND WAS REWARDED WITH LIFE PENSION FROM THE BRITISH GOVERNMENT FOR HIS LONG AND FAITHFUL SERVICES AS HEAD CLERK IN THE PATNA CUSTOM HOUSE. HIS LOSS WAS DEEPLY FELT BY HIS DEAR RELATIONS AND FRIENDS AND AMIABLE DISPOSITION GAINED HIM. THE ESTEEM OF ALL WHO KNEW HIM. THIS TABLET IS DEDICATED BY HIS CHILDREN IN MEMORY OF HIS UNCOMMON MERIT.

حاجی چاند کی مسجد ۱۰۵۶ھ : عالم گنج سے پورب محلہ کرنیل گنج ہے۔ سڑک سے اتر جانب حاجی چاند کی مسجد ہے، جو مرمت نہ ہونے کے سبب خراب حال میں ہے اس کے احاطہ اور صحن میں لوگوں نے دکان اور مکان بنا کر راستہ مسدود کر دیا ہے۔ بہر کیف مسجد کے اندر چار فیٹ لمبی اور ڈیڑھ فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر نہایت خوشخط کتبہ ہے، جس کی عبارت اس طور پر ہے :

<table>
<tr><td>الله
محمد
ابوبکر، عمر، عثمان، علی</td><td>لا اله الا الله محمد رسول الله</td><td>الله
محمد
ابوبکر، عمر، عثمان، علی</td></tr>
<tr><td colspan="2">یافتہ عمر ابد ہر کہ بدہر
داد جود و کرم از دانش داد
زیں سبب کرد بنا حاجی چاند
مسجدے تا اثرش ماند یاد</td><td>معنوی از پے تاریخ بنایش
چوں کماں خم شدہ میکرد اعداد
آخر الامر یکے افزوں یافت
لبقعہ خیر علیں باد آباد</td></tr>
</table>

بانی ھذا المسجد العالی حاجی چاند شایستہ خانی کتبہ عبدالرسول الحسنی الف وخمسین وستہ سنہ ۔ ۱۰۵۶ھ

بی بی لطیفا کی قبر کا کتبہ ۱۲۷۶ھ : حاجی چاند کی مسجد کے اندر ایک ہاتھ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح رکھی ہوئی ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ غالباً صحن مسجد میں جو قبریں ہیں انھیں میں سے کسی قبر کی لوح ہوگی :

چو رفتہ سیدہ بی بی لطیفا	سوئے باغ ارم با صد تاسف
بختم عبرتی سال وفاتش	سوے خلد برین شد گفت ہاتف ۱۲۷۶ھ

گلزار باغ میں اثنا عشریہ کی مسجد ۱۲۶۱ھ : کرنیل گنج سے چند سو قدم پورب سڑک کے دکھن کنارے پر ایک بلند مسجد ہے۔ طرز تعمیر میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔ مسجد کے بیچ والے در کے اوپر پتھر کی ڈیڑھ ہاتھ لمبی اور پندرہ انچ چوڑی لوح پر ناظر وزیر علی عبرتی کا لکھا ہوا یہ قطعہ تاریخ کندہ ہے یہ کتبہ سڑک سے بھی نظر آتا ہے :

۷۸۶

آں مسجدے کہ بہر سجود نمازیاں	اول علی عظیم بنائش نہادہ بود
از ہم شکست مثل دل حضرت بلال	چوں فرق ساجدہ ریزہ بخاک اوفتادہ بود
بار دگر چو میر سعادت علی بہ دہر	بہر درستیش کف ہمت کشادہ بود
از امر او غلام حسین خوش اعتقاد	تعمیر آں بطرز خجستہ نہادہ بود
جز خانہ خدا است تعمیر زیر چرخ	در گوش عبرتی نہ ز ہاتف فتادہ بود ۱۲۶۱ھ

شیخ تیغ علی کی مسجد ۱۲۵۵ھ : مذکورہ بالا مسجد کے قریب سڑک کے اتر جانب شیخ تیغ علی کی مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ کی لوح پر یہ کتبہ ہے :

الله کافی

بسم الله الرحمن الرحیم

خدائے پاک تر الله اکبر	چراغ و مسجد و محراب منبر
محمد مصطفیٰ برحق پیمبر	ابوبکر و عمر عثمان و حیدر

انما یعمر مساجد الله من اٰمن بالله والیوم الاٰخر واقام الصلوٰۃ واٰتی الزکوٰۃ ولم یخش الا الله من بنیٰ لله مسجداً فلہ الجنّۃ۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی خلیفہ رسول الله رضوان الله علیہم۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ابوبکر و عمر و عثمان و علی	شیخ تیغ علی زہیر خدا
بعد پیغمبر خلیفہ چار شد	کرد مسجد بنا بہ مہر خدا
بوحنیفہ شافعی ہم حنبلی	سال تاریخ او ہمی جستم
احمد مالک امام چار شد	بیت بالخیر شد ز غیب ندا ۱۲۵۵ھ

بی بی مدار بخش کی قبر ۱۲۵۸ھ: افیون گدام کا احاطہ جس میں فی الحال گورنمنٹ پریس اور سروے آفس وغیرہ ہے، اس کے پچھم جانب احاطہ سے لگی ہوئی ایک مسجد ہے۔ اس کے صحن میں دکھن جانب ایک تختہ قبر پر سنگ سیاہ کی چودہ انچ لمبی اور آٹھ انچ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم
لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ - ۱۲۵۸ھ - بی بی مدار بخش

وحدہ لا شریک لہ گوید   ہر گیاہے کہ از زمین روید

شاہ عالم بادشاہ کی جلوس گاہ: افیون گدام کے وسیع احاطہ کے اندر بہت سے مکانات ہیں ان میں اتر اور پچھم گنگا کے کنارے ایک وسیع کمرہ ہے۔ اسی کمرہ میں میر قاسم علی کی صوبہ داری کے زمانہ میں شاہ عالم نے انگریزوں کی استدعا پر جلوس کیا تھا اور صوبہ کے بعض معاملات طے پائے تھے جس کی تفصیل راقم نے "تاریخ گڈھ" میں درج کی ہے۔

پیر بخش کی مسجد ۱۲۶۵ھ: افیون گدام کے احاطہ کی مشرقی حد کے قریب صدر راستہ دکھن کو مڑ گیا ہے اور اسی جگہ پر پٹنہ سٹی سب ڈویژن کی کچہری ہے۔ (اسی مقام سے ایک راستہ پورب کو نوذر کٹرہ سے خواجہ کلاں گھاٹ تک ہے۔) صدر سڑک پر فوجداری کچہری سے کوئی دو سو قدم آگے پچھم جانب ایک بلند مسجد ہے جس کے بیچ کے در پر سنگ سیاہ کی لوح میں یہ عبارت کندہ ہے:

یافت چوں مسجد خجستہ بنا   اختتام از ید پیمبر بخش
خامہ تاریخش از سر برکات   زد رقم مسجد پیمبر بخش ۱۲۶۵ھ

جنوری ۱۹۳۴ء کے شدید زلزلہ میں یہ مسجد گر گئی تھی مسلمانوں نے اس کو پھر درست کر لیا ہے۔ اس مسجد سے چند سو گز آگے دکھن جا کر پچھم دروازہ ملتا ہے۔

محلہ نوذر کٹرے سے خواجہ کلاں گھاٹ تک:- گلزار باغ کی انگریزی کوٹھی (جو افیون گدام کے نام سے مشہور ہے) کے احاطہ کے پورب دکھن کونے کے قریب سے ایک راستہ پورب کو چلا گیا ہے اسی سے

سو قدم کے اندر ہی دکھن جانب سڑک سے لگی ہوئی تکیہ شاہ کی قبر اور اتر جانب کچھ فاصلہ پر گنگا کے قریب لوذر کوہ کا امام باڑہ ہے۔

تکیہ شاہ کی قبر ۱۲۵۷ھ : گلی کے دکھن جانب ایک چھوٹے سے پختہ احاطہ میں تکیہ شاہ کی قبر ہے جس کے سرہانے تراشے ہوئے پتھر کی ۱۴ انچ چوڑی اور بیس انچ لمبی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے :

" کل من علیہا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

جہاں ہمچو نے چون شالد زغم	نہ خیزد ز دلہا چرا دود آہ
کہ مجذوب حق شاہ تکیہ گذشت	گلستان جنت شدش خوابگاہ
کرامات او شہرت عالم است	بریں عالمے را بیارم گواہ
چو شب تیرہ بودش تن از خاکدان	ولیکن دلش بود روشن چو ماہ
ملائک پے سال رحلت بعرش	نوشتند مجذوب عشق الٰہ

سابق میں اس راستہ میں ایک کھڑکی لگی ہوئی تھی جس سے انگریزی فوج کے سپاہی قلعہ میں چلے آیا کرتے تھے۔ ۱۷۶۳ء میں مسٹر ایلس نے میر قاسم عالیجاہ کو لکھا کہ یہ راستہ بند کر دیا جائے، بالآخر یہ قصہ اس قدر طول ہوا کہ نوبت بہ جنگ پہنچی۔

حسینی بیگم کی قبر : تکیہ شاہ کی قبر کے سامنے راستہ سے پورب جانب ایک چھوٹی مسجد ہے اس کے صحن میں ایک قبر کے سرہانے ۱۲ انچ لمبی اور ۱۶ انچ چوڑی پتھر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بگور آمد حسینی بیگم افسوس	کفن گشتہ نقاب روئے زیبا

چونکہ لوح کا باقی حصہ مٹی سے چھپ گیا ہے اس لیے معلوم نہ ہو سکا کہ اور بھی کچھ عبارت ہے یا نہیں۔ مٹی ہٹا کر دیکھنے سے اس کا پتہ مل سکتا تھا لیکن اس میں قباحت نظر آئی۔

مسماۃ جعفری کی قبر ۱۹۰۳ء : تکیہ شاہ کی قبر سے کوئی چار سو قدم پورب ایک گلی دکھن جانب کو گئی ہے جو باغ پالتو میں شامل ہے۔ اسی گلی سے پچھم جانب باغ پالتو کا گورستان ہے۔ اس میں چند پختہ قبریں ہیں۔ اکثر قبریں گھاس اور جھاڑیوں سے چھپ گئی ہیں۔ گورستان میں کسیقدر اتر جانب ایک قبر پر معمولی پتھر کی ایک فٹ چوڑی اور سولہ انچ لمبی لوح ہے اس میں بدقت اتنی عبارت پڑھی گئی :

"مسماۃ جعفری بیگم بنت سید باقر حسین ۱۹۰۲ء" باقی عبارت نہیں پڑھی گئی۔

دولی گھاٹ میں بی بی مخدومن کی مسجد ۱۲۰۶ھ: ملکیہ شاہ کی قبر سے تقریباً چار سو گز پورب ایک مندر کے پاس سے ایک گلی اُتر دولی گھاٹ کو جاتی ہے۔ اسی گلی میں کوئی دو سو قدم جاکر پورب جانب ایک مسجد ہے۔ جس کے بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سنگ مرمر کی ایک مربع لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

" اللہ اکبر۔ حاجیہ سیدہ مسماۃ بی بی مخدومن در ۱۲۰۶ھ تعمیر مسجد نمود۔"

امین الدولہ عزیز الملک علی ابراہیم خاں بہادر نصیر جنگ کی مسجد ۱۲۰۰ھ: پشتہ دولی گھاٹ میں لب دریا ایک چھوٹی سی مسجد ہے اس کے بیچ کے در کے اوپر ایک فیٹ چوڑی اور سوا فیٹ لمبی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"ھوالاحد۔ در سنہ یکہزار دو صد ہجری امین الدولہ عزیز الملک علی ابراہیم خاں بہادر نصیر جنگ تعمیر نمود۔"

شیش محل کی مسجد ۱۱۹۰ھ: جس چوراہے سے گلی دولی گھاٹ کو گئی ہے اسی جگہ سے کوئی بچاس گز پورب سڑک کے دکھن جانب ایک پرانی مسجد ہے۔ اس کے اندر مغربی دیوار میں سنگ موسیٰ کی دو فیٹ لمبی اور تیرہ انچ چوڑی لوح پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے (غالباً دو لوحوں کو جوڑ کر لگایا ہے) اس محلہ کو شیش محل اس لیے کہتے ہیں کہ سابق میں یہاں ایک محل تھا جس کے کواڑوں میں شیشے بکثرت لگے ہوئے تھے۔

از حضرت شاہ	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	حیدر علی بخش مد اللہ ظلالہا
سید ابراہیم عالیجاہ ما	کرد بیت اللہ بناد لخواہ ما	
مصرعہ دلخواہ را کردم رقم	بیت ابراہیم بیت اللہ ما	
ایضاً منہ	ذالک مقام ابراہیم	سنہ ۱۱۹۰ھ

۱۱۹۰ھ

اسی مسجد کے دو کتبے اور ہیں جو مسجد کی بے مرمتی کے سبب فی الحال کنگھیا ٹولہ میں شاہ غلام یحییٰ کی مسجد کے صحن میں رکھوا دیئے گئے ہیں۔ ان کی لوحیں بھی سنگ موسیٰ کی ہیں اور ناپ میں بھی اوپر والی لوح کے برابر ہیں۔ دونوں کتبوں کی نقل حسب ذیل ہے:

کاتبہ محمد علی	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم	قائلہ غلام یحییٰ
سنہ ۱۱۹۰ھ	مسجد ابراہیم از عنایات کریم آباد باد	در ابجد

(اس پتھر کی پشت پر بھی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا ہے)

سنہ ۱۱۹۰ھ	ذالک المسجد کمسجد الحرام	در بیانات
سنہ ۱۱۹۰ھ	مسجد ابراہیم در جہ وارد بکعبہ ابراہیم	در ابجد و بیانات

بانی مسجد میر ابراہیم کی قبر ۱۱۹۹ھ: بانی مسجد میر ابراہیم کی قبر کس جگہ پر واقع تھی اب اس کا پتہ ملنا دشوار ہے۔ مسجد کے قریب بھی کچھ قبریں ہیں، لیکن میر ابراہیم کی قبر کا کتبہ فی الحال شاہ غلام یحییٰ کی مسجد کے احاطہ میں رکھا ہوا ہے۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ قبر ہائی کورٹ کے قریب سررشتہ آباد میں تھی اور بعضوں کے خیال میں شیش محل کی مسجد کے پاس تھی۔ بہرکیف کتبہ کا لوح دو فیٹ لمبی اور ۱۳ انچ چوڑی سنگ موسیٰ کی ہے اور اس کی عبارت حسب ذیل ہے:

در شب ہفتم ماہ شعبان   مرشد کامل ازین عہد کہ رفت

گفت تاریخ دل از روئے جمل   بود یک قطب درین عہد کہ رفت

تعمیہ جیم جمل از غلام یحییٰ۔ ۱۱۹۹ھ در جمل یعنی ابجد۔ سال انتقال پیر و مرشدی حضرت میر ابراہیم ۱۱۹۹ھ در بیانات

بہار واڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ جلد ۶ نمبر ۲ میں تینتالیس نمبر میں یہی کتبہ درج ہے لیکن اس کی تاریخ کو غلط قرار دیا ہے اور جیم جمل کو بھی "جیم" جمل لکھ دیا ہے۔ حقیقتاً اس کی تاریخ میں کوئی غلطی نہیں بلکہ نقل کرنے میں خود محرر نے آخر مصرعہ میں لفظ یک کو سہواً چھوڑ دیا ہے جس سے تیس عدد کی کمی واقع ہو گئی ہے۔

شیش محل کی دوسری مسجد ۱۲۶۴ھ: میر ابراہیم والی مسجد جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ اس کے پورب کوئی پچاس قدم کے فاصلہ پر بلندی پر ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سنگ موسیٰ کی ۲۰ انچ لمبی اور ۱۰ انچ چوڑی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرد بہر تسار خود تعمیر   نہ پئے غیر مذہبان کثیر

مسجد بیت ذوالفقار علی   از برائے رضائے رب قدیر

دوصد ویکہزار و شصت وچہار   بود از ہجرت رسولِ کبیر
حکیم ذوالفقار علی خان رضوی الحسینی اتنائے عشری اکبر آبادی بصرف یکہزار و دو صد و پانزدہ روپیہ
مسجد در ۱۲۶۴ھ بہ عرصہ یک سال تیار ساخت۔"

حکیم ذوالفقار علی کی مسجد سے کوئی سو گز کے فاصلہ پر سڑک سے اتر جانب ولندیز کی کوٹھی کی زمین اور پشتہ ہے۔ اسی جگہ راریسے کرشن روڈ گورہٹہ کی بڑی مسجد کے سامنے سے اُتر آکر اس راستہ میں ملکر ختم ہوئی ہے۔

ولندیز کا پشتہ: گورہٹہ کی سڑک جس جگہ دولی گھاٹ والی سڑک میں مل گئی ہے۔ اُس سے اتر اور کسی قدر پچھم جانب لب دریا ولندیز کی کوٹھی تھی۔ جس کا ذکر راقم نے تاریخ میں کیا ہے، اس لیے اعادہ ضروری نہیں۔ عمارت کا نشان بالکل منہدم ہوگیا ہے اور لب دریا پشتہ کے آثار جس قدر باقی رہ گئے ہیں۔ بظاہر کوئی دن کے ہوا کھا رہے ہیں۔ تمام زمین کوئریوں نے بندوبست لے کر آلو اور کوبی کی کاشت میں لگا رکھی ہے۔

میتن گھاٹ کی مسجد اور حضرت منعم پاک کا مزار: ولندیز کے پشتہ سے پورب جانب میتن گھاٹ کی مسجد اور اس کے اتر جانب حضرت منعم پاک کا مزار ایک پختہ کوٹھری کے اندر ہے۔ مسجد ملا میتن کی بنوائی ہوئی ہے۔ جو بڑے پیر اک تھے۔ مسجد کے تین گنبد ہیں اُس میں کوئی کتبہ نہیں پایا جاتا۔ شاہ منعم کے مزار کے اُتر لب دریا خانقاہ کی عمارت ہے جو تیرھویں صدی ہجری کے بعد از سر نو تعمیر ہوئی ہے۔

حضرت عشق کا تکیہ، حاجی تقی کی مسجد اور مقبرے کا ذکر: مذکرہ بالا مسجد سے کوئی ساٹھ گز آگے پورب سڑک کے دکھن جانب ایک بلند مسجد ہے جو سخت بے مرمت ہو رہی ہے۔ غالباً اُس مسجد کو حاجی تقی نے بنوایا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ شاہ رکن الدین عشق عظیم آباد آکر اول اسی مسجد میں رہے تھے۔ مسجد کے سامنے پورب جانب حاجی تقی کا مقبرہ ہے۔ جن کا ذکر کیفیت العارفین" (مصنفہ شاہ عطا حسین صاحب گیاوی) میں موجود ہے۔ ایک مقبرہ پر ایک خوشنما گنبد بھی بنا ہوا ہے۔ اور اس کے اردگرد کئی قبریں ہیں۔ اس مسجد کے مقابل سڑک کے اتر جانب حضرت عشق کا تکیہ اور خانقاہ و مزار اور مسجد لب دریا واقع ہے۔

محمد کریم شاہ کی قبر ۱۲۳۲ھ: حضرت عشق کی خانقاہ کے صحن میں پورب جانب پختہ قبر پر سنگ مرمر کی ڈھائی فیٹ لمبی اور سوا فیٹ چوڑی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
قطعہ سال وفات سعید جہاں شاہزادہ محمد کریم رحمۃ اللہ علیہ

دریغا کرد رحلت شاہزادہ	گرامی زادہ از سلطان میسور
بناں سلطان ٹیپو خلد مسکن	ز نسلِ او ست ثالیسگنج معمور
محمد باکرم و شاہ تم کن	برائے نام آں مرحوم و مغفور
بعمرِ چہل و دو ز یجائیگہ رفت	پے سیر ارم از مرگ مثبور
دو شنبہ سوم ذیقعدہ رفتہ	بسوئے جنت الفردوس مبرور
مشرف بود از حج و زیارت	بہ دنیا ہم میسر عزّ موفور
ارادت داشت باشاہِ جہانگیر	کہ اجمیری و چشتی ہست مشہور
پے تعلیمِ بیعت ساخت از جاں	بدستِ خواجہ امجد شاہ مشہور
بہ پشتہ بارگاہِ عشق منزل	گرفت از چشمِ عالم گشت مستور

پے سال وصالش گفت شمشاد
سعیدِ خلد منزل لامع النور

۱۲۲۲ھ

بخشی گھاٹ اور ڈاکٹر فلرٹن کا مکان: تکیے سے متصل پورب بخشی گھاٹ ہے اسی جگہ سابق میں ڈاکٹر فلرٹن رہتے تھے جن کو نواب میر قاسم نے انگریزوں کے قتل کیے جانے کے وقت کسی مصلحت سے زندہ چھوڑ دیا تھا۔

رائے صاحب کا پشتہ: بخشی گھاٹ سے پورب راجہ خیالی کے پوتے رائے مرادھا کرشن کا بنوایا ہوا عالی شان پشتہ ہے جو شہر میں نہایت پرفضا مقام ہے۔

حویلی بیگماں: رائے صاحب کے پشتہ کے بعد پورب جانب لب دریا بلند ٹیلہ پر ایک مزار ہے۔ اور اس کے متصل بیگماں کی حویلی کا پشتہ ہے جو امتدادِ زمانہ سے خراب ہو گیا ہے۔ پشتہ کی دیواروں کے سوا اب کوئی عمارت باقی نہیں۔ اٹھارہویں صدی کے آخر زمانہ میں حکام انگریزی اکثر زمینداروں کو مالگذاری ادا نہ کرنے پر اسی جگہ قید کرتے تھے اور قبل میں اسی جگہ انگریزی خزانہ و مالخانہ تھا۔

یہ راستہ چند سو گز آگے پورب جا کر خواجہ کلاں کی مسجد کے پاس خواجہ کلاں گھاٹ کی سڑک میں مل گیا جس کا حال اپنی جگہ پر مذکور ہو چکا ہے۔

پچھم دروازہ سے پورب دروازہ تک عمارتوں کا حال :-

مرزا معصوم کی مسجد ۱۰۲۳ھ : پچھم دروازہ سے ساٹھ ستر قدم پورب شارعِ عام سے دکھن جانب لبِ سڑک[2] نہایت خوشنما ترشے ہوئے سیاہ پتھر کا ایک دروازہ، قریب پانچ فیٹ چوڑا اور سات فیٹ لانبا ہے جو چار زینوں کے اوپر ہے۔ پتھر میں بیل بوٹے ترشے ہوئے ہیں جو قابل دید ہیں۔ دروازہ کے اندر لداؤ چھت کی ایک کوٹھری بنی ہوئی ہے جس سے ہو کر صحن مسجد میں جاتے ہیں۔ پچھم جانب تین گنبدوں کی ایک خوشنما مسجد ہے۔ گنبد اندر کے فرش سے پچیس فیٹ بلند ہیں۔ اندر کا فرش ساٹھ فیٹ لمبا اور ۱۸ فیٹ چوڑا ہے۔ پیش نماز کی جگہ کے سامنے دیوار دوز محراب پر طغریٰ میں سورہ جمعہ کی آیتیں اور ۱۰۲۵ھ لکھا ہوا ہے (جو سال اتمام تعمیر ہے) مسجد کے تین در ہیں۔ بیچ کے در کے اوپر باہر کی جانب دو فیٹ چوڑے اور ڈھائی فیٹ لانبے سنگ سیاہ پر یہ اشعار نستعلیق میں کندہ ہیں :

بساحت مسجد جامع بہ فیض باد رفیق	بہ دورِ شاہ جہانگیر مرزا معصوم
ندا رسید کہ بیت العتیق شد تحقیق	چو سال او ز خرد خواستم ز ہاتف غیب

۱۰۲۳

بانیِ مسجد کے متعلق صحیح حالات معلوم نہیں شاید یہ میرزا معصوم وہی معصوم خاں کابلی تھے جنہوں نے اکبر شاہ کے زمانہ میں علم بغاوت بلند کیا تھا۔

محلہ گذری کی عمارتیں : مرزا معصوم کی مسجد کے متصل نواب ولایت علی خاں کی خوشنما کوٹھی ہے جو شہر کی بہترین عمارتوں میں سے ہے۔ پھاٹک کے اوپر ایک بڑی گھڑی لگی ہوئی ہے۔ راستے کے دوسری طرف اتر جانب محمڈن اینگلو عربک اسکول ہے۔ تھوڑی دور آگے جا کر بادشاہ نواب صاحب کی عالیشان کوٹھی ہے جو بادشاہ منزل کہلاتی ہے۔ اس کے بعد ہی الطاف نواب صاحب کا مکان ہے، اور اس کے سامنے سڑک کے اتر جانب محمد نواب صاحب کی قدیم کوٹھی ہے۔ اس کے پچھم بھی لب سڑک ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے نیچے کمرے بنے ہوئے ہیں۔ لیکن اس میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں معلوم ہوتی۔

مرزا علی کی قبر ۱۲۶۵ھ : محلہ گذری میں الطاف نواب صاحب کے مکان کے وسیع صحن میں

---

[1] ۹۸۲ھ میں داؤد خاں کی شکست کے بعد امرائے شاہی (مغلیہ) نے پچھم دروازہ کا نام دہلی دروازہ رکھا تھا چنانچہ تذکرۃ السلاطین چغتائیہ صفحہ ۱۲۶ میں اکبر شاہ کا پٹنہ آنا اس طور پر لکھا ہے: "بادشاہ جہانستاں باجمیع از مقربان بست و ششم ادوار ماہ الٰہی براہ دروازہ دہلی در شہر پٹنہ شرف نزول افگندند" پچھم دروازہ سے پچاس قدم پر سڑک سے اتر بھی چھت پر ایک چھوٹی مسجد ہے اس میں کوئی بات قابل ذکر نہیں۔

[2] لب سڑک اصولاً صحیح نہیں ہے۔ لیکن غلط العوام فصیح۔

بنگلہ کے قریب ہی کسی قدر پچھم اتر ایک پختہ قبر ہے جس کے سرہانے اٹھارہ انچ لمبی اور نو انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تاسع اول ربیع س کہ مرزا علی — شربت تلخ فنا خورد چو از جام موت

بہر وقوف و شعور تا بمرور وبہور — رفتہ بجنّات عدن گفت شفا سال موت[1] ۱۲۶۵ھ

شیخ رضا کی مسجد اور ایک قبر: الطاف نواب صاحب کے مکان کے پورب گلی ہے جو گھورن حلوائی کی گلی کہلاتی ہے۔ اس میں پورب جانب ایک نہایت شاندار پرانی مسجد ہے جس کے دروازے کے دونوں جانب خوشنما برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ مسجد کا صحن گلی سے پندرہ فیٹ کے قریب بلند ہے۔ گلی سے مسجد میں آنے کے لیے پندرہ سیڑھیوں کے درمیان پختہ زینے ہیں صحن میں اتر طرف چند پختہ قبریں ہیں۔ ان میں اتر پچھم کونے کے پاس ایک قبر سنگ موسیٰ کی بنی ہوئی ہے۔ یقینی کسی ممتاز شخص کی قبر ہے کتبہ نہ ہونے کے سبب صاحب قبر کا نام صحیح معلوم نہ ہوسکا۔

بادشاہ محل اور بادشاہ نواب مارکٹ: گلی کے نکڑ سے چند قدم آگے سڑک سے دکھن جانب بادشاہ نواب صاحب کا دوسرا مکان ہے۔ جو بادشاہ محل کے نام سے موسوم ہے۔ اس جگہ سابق میں حکیم احمد حسین صاحب صوفی کا مدرسہ تھا جو اپنے طرز تعلیم کے اعتبار سے تمام ہندوستان میں یکتا تھا۔ صوفی صاحب ایک خاص قاعدہ تعلیم کے موجد تھے۔ بادشاہ محل کے سامنے سڑک کے اتر ایک مارکٹ ہے۔ جس کو ۱۸۹۸ء کے قریب بادشاہ نواب صاحب نے تعمیر کرایا تھا۔ ابتدا میں اس کی دکانوں کا کرایہ غیر معمولی طور پر زیادہ ہونے کے سبب آباد نہ ہوا۔

نواب لطف علی خاں روڈ: بادشاہ محل سے کوئی تین سو گز آگے سڑک دکھن جانب چلی گئی ہے جو نواب لطف علی خاں مرحوم کے مکان میں ختم ہوئی۔ یہ سڑک طول میں تین چار سو گز کے قریب ہے۔ سڑک کے داہنی جانب ایک وسیع مسجد ہے، جو باولی کی مسجد کہی جاتی ہے۔

محلہ باولی کی مسجد ۱۲۹۰ھ: لطف علی خاں روڈ پر راستے سے لگی ہوئی پچھم جانب ایک مسجد ہے جس میں دو کتبے ہیں طرز تعمیر کے لحاظ سے کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔ مسجد کے اندر کا کتبہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فنادتہ الملٰئکۃ وھو قائم یصلی فی المحراب یا ایھا الذین امنوا اذا نودی للصلوۃ من

---

[1] قافیہ کے اعتبار سے "عام موت" ہونا چاہیے تھا، لیکن سال موت کندہ ہے۔

یوم الجمعۃ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ وذروا البیع ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون وان المساجد للہ
فلاتدعوا مع اللہ احداً کتبہ محمد ہادی فی ۱۲۹۰ھ ذالکم اللہ ربکم وھو خالق کل شئ والیہ ترجعون۔
المومنون فی المساجد کالسمک فی الماء والمنافق فی المساجد کالطیر فی القفص۔

دوسرا کتبہ ۱۲۹۱ھ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کہنہ مسجد بود افتادہ خراب	از زمانے کان نیاید در حساب
سید لطف علی خان چون خلیل	در بنایش ساختہ کار جلیل
فرقتی سالش چنین تحریر شد	باز ہمچون کعبہ نو تعمیر شد
۱۲۹۱ھ	سید محمد محمد آبادی

جنرل اسپتال میں ایک مسجد کا کتبہ جو قبر پر لگا ہوا ہے ۱۰۴۰ھ: اسپتال کے پچھم اتر جانب ٹی بی وارڈ کے قریب ایک پختہ قبر پر کسی مسجد کا کتبہ نصب کیا ہوا ہے۔ کتبہ کی عبارت سے ظاہر ہے کہ مسجد گنگا کے کنارے غالباً اس قبر سے قریب اتر جانب واقع تھی۔ عبارت حسب ذیل ہے:

در عہد بادشاہ جہاں معدن کرم	کز فضل او جہاں شدہ چو روضۂ ارم
کرد این لطیف مسجد عالی کنار گنگ	شیخے کہ ہست در نظر خلق محترم
تاریخ او چو جست ضیائی ز عقل گفت	عبد الکریم کرد بنا مسجد الحرم ۱۰۴۰ھ

یہ مسجد شاہ جہاں بادشاہ کے عہد میں (۱۰۴۰ھ) تعمیر ہوئی تھی، اول شعر میں بادشاہ جہاں سے شاہجہاں مراد ہے۔

نواب منیر الدولہ کی قبر ۱۱۸۸ھ: نواب لطف علی خاں صاحب کی شاندار کوٹھی کے صحن میں پچھم طرف نواب منیر الدولہ رضا قلی خاں کا مقبرہ ہے۔ زمین سے چار فیٹ بلند سنگین چبوترہ بنا ہوا ہے۔ جس کے اوپر پتھر کی جالیوں کا خوشنما احاطہ ہے۔ دکھن جانب محراب نما تراشا ہوا سنگین در ہے جبکہ دونوں جانب پتھر کی جالیاں لگی ہوئی ہیں۔ باقی تین طرف تین جالیاں لگی ہیں۔ اگرچہ انکے پتھر معمولی قسم کے معلوم ہوتے ہیں لیکن جالیاں بہت خوشنما تراشی گئی ہیں۔ لحاظہ قد آدم سے کچھ زیادہ بلند ہے۔ اس کے اندر بیچ کی قبر نواب منیر الدولہ کی ہے۔ اس کے بائیں پہلو میں کسی عورت کی قبر ہے جس کا کتبہ یہ ہے:

"قال الذی الھاتف فی التاریخ مصرعہ لھا نور علیٰ نور فی الجنۃ ابھا۔"

نواب منیر الدولہ کی قبر کے داہنے پہلو میں بھی کسی بچہ کی قبر ہے جالیدار احاطہ کے در کے اوپر باہر کی طرف دو لوحیں کو ملا کر لگا دیا ہے جس پر یہ اشعار خوشخط نستعلیق حروف میں کندہ کیے ہوئے ہیں سنگین لوح عرضاً وطول

میں ۴ ۱ انچ اور ۱ فیٹ ۶ انچ ہے:

چوں کہ نواب منیر الدولہ گردوں وقار	داعی حق را اجابت گفت وپنہاں کرد رو
خلق عالم ہرطرف در ماتم آں ذی حیات	دایما در سوگواری و فغاں و جستجو
بر درجنت معنیش شد امام ہشتمیں	چوں کہ نامش بد رضا و ہم غلام خاص او
ثامن اثنی عشر شد چوں معین ور ہبر شش	داد رضوان بہشت او از طبتم فادخلو

نواب منیر الدولہ رضا قلی خاں نے ۱۱۸۸ھ[1] میں انتقال کیا۔ شاہ عالم بادشاہ جس زمانہ میں الہ آباد میں تھا منیر الدولہ کا بادشاہ کے دربار میں بڑا رسوخ تھا پھر جب بادشاہ شاہجہاں پور جانے لگا۔ انگریزوں اور شجاع الدولہ نے منع کیا لیکن بادشاہ نہ مانا اور نجف خاں کی معیت میں چلا ہی گیا۔ اسوقت منیر الدولہ نے انگریزوں کی معیت اختیار کی اور عظیم آباد پٹنہ آکر سکونت اختیار کی اور علاقہ بھیم پور اور اراول کی طرف جاگیریں حاصل کیں جس جگہ مقبرہ ہے اس کے متصل اسد اللہ خاں کی حویلی تھی جو منیر الدولہ کی زر خریدتھی اور ان کے پسر کریم قلی خاں کے ترکہ میں آئی تھی۔

ستی اسپتال اور رحیم النسا کی قبر ۱۱۶۰ھ:

نواب لطف علی خاں روڈ کے نکڑ سے ستی اسپتال کا احاطہ شروع ہوتا ہے۔ پھاٹک کے اندر داخل ہونے پر اسپتال کے صحن میں داہنی جانب ایک پختہ قبر ہے جس کے سرہانے انیس انچ لمبی اور ساڑھے نو انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر حسب ذیل عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ وفات مرحومہ مسماۃ رحیم النسا بنت اقا محمد یوسف مشہدی یازدہم شہر محرم الحرام ۱۱۶۰ھ

اللھم اغفرلھا وتجاوز عنھا سیئاتھا واحشرھا مع النبی وعلی وفاطمۃ والحسن والحسین وجمیع الائمہ المعصومین صلواۃ اللہ وسلامہ علیھم اجمعین۔

احاطہ کے بیچ میں اسپتال کی عمارت ہے۔ احاطہ کی زمین میں پورب جانب حاجی احمد کی حویلی کی زمین کا کچھ حصہ شامل ہے۔ حاجی احمد نواب علی وردی خاں مہابت جنگ کے برادر اور نواب ہیبت جنگ صوبہ دار عظیم آباد پٹنہ کے پدر تھے۔

---

[1] گورنمنٹ گزیٹیر میں اور بہار و اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ نمبر ۹ جلد ۳ و ۴ میں سنہ وفات ۱۱۷۲ لکھدیا ہے وہ غلط ہے کیونکہ اور تاریخوں کی رو سے ۱۱۸۸ھ صحیح ثابت ہوتا ہے کیونکہ ۱۱۷۲ھ میں شاہ عالم تخت نشیں ہوا اور اس کے بعد نواب منیر الدولہ نے سفارتی اور احمد شاہ ابدالی سے اور انگریزوں سے معاملات طے کیے جن لوگوں نے ۱۱۷۲ھ لکھا ہے انھوں نے لفظ طبتم کے پندرہ عدد چھوڑ دیے ہیں۔

جس جگہ رحیم النساء کی قبر ہے وہاں پر زمین کے اندر کوئی سرنگ یا نالہ پٹا ہوا ہے۔ جس کے سبب زور سے قدم مارنے میں ایک دھمک سی پیدا ہوتی ہے۔ اسی جگہ کے سامنے سڑک کے اتر جانب ایک وسیع نالہ بھی دور تک چلا گیا ہے۔ ممکن ہے قدیم زمانہ میں یہاں کوئی خندق یا کھائی بنائی گئی ہو۔

انگریزوں کا گورستان اور قتل ۱۷۶۳ء: اسپتال کے متصل پورب جانب حاجی احمد کی حویلی تھی جس کا ذکر مندرجہ بالا سطور میں گزر چکا ہے۔ اسی جگہ عالی جاہ میر قاسم علی نواب ناظم بنگالہ کے حکم سے والٹر رینہارڈ عرف سمرو نامی یورپین نے ۱۷۶۳ء میں انگریز اسیروں کو نہایت بے دردی سے گولیوں کا ہدف بنایا تھا۔ اس گورستان کے اندر بے شمار قبریں ہیں جس کے حالات اور کتبوں کی کیفیت ایک کتاب کی صورت میں چھپی ہوئی گورنمنٹ پریس میں ملتی ہے۔ مقتولوں کی یادگار میں متعدد پائے مختلف ہئیت کے بنائے گئے ہیں۔ ان میں ایک پایہ منارے کی صورت کا جو سب سے بلند ہے شہر میں ایک انوکھی چیز ہے۔

دسمبر ۱۹۳۰ء میں اورینٹل کانفرنس کے جلسہ میں سرایون کاٹن ام۔ اے نے اس کے متعلق ایک مفصل اور مدلل تحریر پڑھی تھی جس میں انھوں نے بیان کیا کہ ابتدا میں جو پایہ تعمیر ہوا تھا اس میں کتبہ نہ تھا۔ ۱۸۸۰ء میں اسی کی جگہ پر ایک نیا پایا بنایا گیا۔ جس پر کتبہ بھی لگا دیا گیا لیکن جیسا کہ مسٹر ہنری بیورج نے بیان کیا ہے اس کی کوئی سطر غلطی سے خالی نہ تھی۔ بعد کو وقتاً فوقتاً عبارت کی تصحیح کا سلسلہ جاری رہا۔ سرایون نے سرکاری اور غیر سرکاری کاغذات سے تحقیق کرکے بتایا ہے کہ باون اشخاص کے قتل ہونے کے متعلق تمام کاغذات سے تصدیق ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ بعض اشخاص جن کا کتبوں میں ذکر ہے۔ اس قتل عام میں ان کا مارا جانا صحیح نہیں ہو سکتا۔ اس واقعہ سے متعلق تاریخی حالات کتاب تاریخ مگدھ میں درج ہو چکے ہیں۔ اس کو دیکھنا چاہیئے اور جن لوگوں کو مزید تحقیقات منظور ہو۔ اورینٹل کانفرنس پٹنہ ۱۹۳۰ء کی رپورٹ ملاحظہ کریں:

نقل کتبہ انگریزی

" In memory of Capt. John Viench, First Lientena-
-nts Richard Terry and George Hockler, Lientenant fi-
-reworkers John Brown, Arden Dickens, John Reed and
Benjamin, Adamson of the Honourable East India Comp-
-any; Artillery Captains charles Earnest jocher, He-
-nry sommers, James Tabby and George wilson; Liente-

_nants Richard Holland, George Alstox and Sir William Hope Baronet, Ensigns John Green, Ruberts, Dun can, macbod, William Crawford, William Hughes, Isaac Hump_hries, John Robert Roach, John Perry and William ma_chary of the Honourable East India Company, Infantry doctors Campbell and Anderson, messrs Hay, Ellis, Lu_shington[1], servants of the Honourable East India Com_pany who with many other captives were on the night of the 5th or 6th and 11th of October 1763, brutally massacred near this spot by the troops of Mir Kasim, Nawab and Subadar of Bengal under the command of Wal_ter Reinherdt alias Samru a base revegade".

"E DEDECORE HOSTIUM NATEST GLORIA EORUM".

محلہ گزرہٹہ کی بڑی مسجد ۱۱۹۱ھ: انگریزوں کے گورستان سے تخمیناً پچاس قدم آگے پورب سڑک سے اتر جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے نیچے کٹڑے بھی ہیں لیکن کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔ اس سے پچاس قدم آگے لب سڑک دکھن جانب گزرہٹہ کی بڑی مسجد ہے جس کے نیچے چار کٹڑے بھی بنے ہوئے ہیں جس کی چھت سڑک سے دس فیٹ بلند ہے۔ اور یہی چھت مسجد کا صحن ہے۔ گنبد پست قسم کے بنے ہوئے ہیں۔ مسجد کے تین در ہیں۔ بیچ کے در کے اوپر سیاہ پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے[2]:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ و حیدرؓ

زمان سلطنت بادشاہ عالم شاہ　　که گمرہان جہاں را نمودہ راہ یقین

ہزار و صد و نود و یک ز سال ہجرت بود　　کہ کرد رائے جہاں ایں بنائے خانۂ دیں

---

[1] اودلی صاحب کی تاریخ بنگالہ و بہار و اڑیسہ صفحہ ۱۰۳ میں لکھا ہے کہ یہ لوشنگٹن بلیک ہول کے بچے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص تھا۔

[2] ۱۹۳۴ء کے زلزلے میں مسجد منہدم ہوگئی تھی فی الحال ازسرنو تعمیر کی گئی ہے۔

گرہٹہ کی چھوٹی مسجد ۱۲۱۴ھ: گرہٹہ کی بڑی مسجد سے سو قدم آگے پورب سڑک سے اتر جانب گلی کے موڑ پر ایک چھوٹی مسجد حکیم غلام محمد کی بنوائی ہوئی ہے۔ اس کے نیچے کمرے میں سنار کی دوکان ہے۔ مسجد کی تعمیر میں کوئی بات قابل ذکر معلوم نہیں ہوتی۔ بیچ کے در کے اوپر کتبہ کا پتھر لگا ہوا ہے جس کے اشعار یہ ہیں :

غلام محمد حکیم بزرگ — چو فرمود تعمیر این سجدہ گاہ

شدہ از سر بانگ تاریخ او — بخوبی بنا کرد مسجد براہ

بہار اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ جلد ۱۶، ۳ و ۴ بابت ۱۹۳۰ء صفحہ ۴۴۴ میں ۷۷ نمبر کے کتبہ میں اس مسجد کا سنہ تعمیر غلطی سے بجائے تم ۱۲۱۴ھ کے ۱۲۴۰ھ لکھ دیا ہے۔ اس مسجد سے سو قدم پورب مرزا معشوق علی روڈ کے موڑ پر ایک اور مسجد بھی ہے۔ جس کے دکھن کوڑا شاہ کی قبر ہے لیکن کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں

پادری کی حویلی ۱۷۱۳ء: یہ صوبہ بہار میں پہلا گرجا ہے جو ۱۷۱۳ء میں تعمیر ہوا تھا لیکن ۲۵ جون ۱۷۶۳ء میں میر قاسم نواب ناظم اور انگریزوں کی جنگ کے وقت کسی قدر منہدم ہو گیا تھا۔ لیکن پھر ۱۷۷۲ء میں تریٹہ (TIRRETTA VENETIAN) نامی اٹلی کے رہنے والے کاریگر نے جس کے نام سے کلکتہ میں تریٹہ بازار اور پارک اسٹریٹ میں فرانسیسیوں کا گورستان مشہور ہے اس کو از سر نو تعمیر کیا۔ یہ عمارت ۷۰ فیٹ لمبی اور ۲۳ فیٹ چوڑی اور پچاس فیٹ بلند ہے۔ عمارت اینٹ اور چونہ سے بنائی گئی ہے۔ لیکن صنعت سے خالی نہیں۔ پچھم اتر کونے پر چھت پر جانے کی سیڑھیاں ایک گول منارے کے اندر چکر دار بنی ہوئی ہیں۔ اس منارے کو اوپر سے بند کر دیا گیا ہے اور دیوار میں جا بجا روشنی اور ہوا کے لیے روزن بنا دیے گئے ہیں۔ موجودہ چھت کے اوپر ایک اور چھت تھی جو ۱۹۱۰ء کے بعد اتار دی گئی۔ گرجے کی پشت پر اتر جانب ایک بہت بڑا گھنٹہ لگا ہوا ہے جو ۱۷۸۲ء میں نیپال کے راجہ نے عطا کیا تھا۔ گرجا کے دونوں جانب برآمدہ میں بھی قبریں ہیں جن پر کتبے بھی لگے ہوئے ہیں۔

پادری کی گلی REVGILLE نے ۱۹۱۷ء میں اس گرجے کے احاطہ کی قبروں کے ۸۷ کتبے چھاپے ہیں۔ ان میں چار لاطینی۔ تین ارمنی۔ چار پرتگالی، بارہ فرانسیسی اور ایک فارسی (کچھ حصہ)، ایک اٹالین اور باقی

---

[۱] بکانن نے ۱۸۱۲ء میں اپنی تحریر میں اس گرجے کو وسط شہر میں بہترین عمارت لکھا ہے اور ۱۸۲۴ء میں فارسٹ نے بھی اس کو دیکھا تھا جو اس کے سفرنامے میں مذکور ہے۔ فی الحال گرجا میں زنانہ اسپتال کھولا گیا ہے۔

[۲] پادری کی گلی ۱/۵ کی کتاب سرکاری چھاپہ خانوں میں فروخت ہوتی ہے۔

سب انگریزی زبان میں ہیں۔ ۱۸۷۹ء تک یہ گرجا خوب آباد تھا۔ اس کے بعد سے رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ ۱۹۱۲ء کے بعد سے اس سے گرجا کا مصرف بھی نہیں لیا جاتا اور اس کے تمام لوازمات بھی الٰہ آباد بھیج دیے گئے۔ قبروں کو دیکھنے سے "ولا تعلمون بای ارض تموت" کا مضمون یاد آتا ہے۔ ایک چین کے رہنے والے کی قبر کے پاس ایک یہودی کی قبر ہے، اور گرین لینڈ کے باشندے کے قریب مزامبک Mozambique (افریقہ) کے حبشی کی لاش مدفون ہے۔ اسی طرح دنیا کے مختلف گوشوں کے رہنے والوں کی قبریں ہیں جن کی مٹی اسی سرزمین کی تھی۔ "منھا خلقناکم و فیھا نعیدکم و منھا نخرجکم تارۃ اخری۔

پادری گل کی تحریر کے بعد چند قبریں اور بنی ہیں جن میں سے تین قبروں پر کتبے کے پتھر لگے ہوئے ہیں۔

لیڈی میری روز امام کی قبر ۱۹۱۶ء : گرجا کی پشت پر اتر جانب تختہ قبر پر یہ کتبہ ہے

In the name of God the most merciful & compassionate sacred to the memory of Lady Mary Rose Imam. The dearly beloved wife of Syed Sir Ali Imam, K.C.S. I of Neora Born 24th September, 1894.

مس سوفی کی قبر ۱۹۱۹ء : گرجا کے پورب جانب ایک قبر پر یہ کتبہ ہے :

In the loving memory of Sauphie the beloved youngest daughtor of Mr. & Mrs. Saupin who left them on the 13th March, 1919 for the eternal home. R.I.R.

پادری بنڈکٹس کی قبر ۱۹۲۷ء : مس سوفی کے قبر کے پاس دوسری قبر پر یہ کتبہ ہے :

Rev Bevedictus celestinus Natus, Die X X V M I I Anno M D C C C X C, V I T A F U N C T U S DIE X X II Anguste, Anno M C M X X VII. R.I.P.

بخشی محلہ نواب جعفر قلی خاں کے خاندان کا گورستان: پادری کی حویلی سے پچھم طرف جو گلی ہے، رستم علی بیر کی گلی کہلاتی ہے۔ سو گز کے قریب اتر جا کر بخشی محلے کی مغربی حد ہے۔ اسی جگہ گلی سے پچھم اور کسی قدر دکھن جانب ایک گورستان ہے جس میں چھ پختہ قبروں پر حسب ذیل کتبے لگے ہوئے ہیں۔

اشرف النساء بیگم کی قبر ۱۲۱۳ھ: پورب جانب سے تیسری قبر پر سنگ موسیٰ کی پندرہ انچ لمبی اور آٹھ انچ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایں سر گروہ مومنہ از پاک دامنی	ممتاز شد ز عاطفت بنت مصطفیٰ
تا گہ ندائے فاطمہ زہرا چنین رسید	آمد بہ بزم جنت ما اشرف النسا ۱۲۱۳ھ

جعفر قلی خاں کی قبر ۱۲۱۵ھ: پچھم جانب ایک پختہ قبر پر سنگ مرمر کی لوح میں کتبہ ہے:

عجب ماتمے در جہان سخت شد	کہ جعفر قلی خاں رئیس زمان
درین ماہ ذیقعدہ رحلت نمود	ز سوز جگر از تنش رفت جان
بفرمود احید ر علی ڈاکٹر	تپ انفلوینزہ شد بیگمان
ز نواب مہدی علی خاں رئیس	جدائی بدو ہفتہ شد درمیان
نمانند اینہا چہ باکر و فر	چو جاہ فریدون و نوشیروان
بجنت مکان ہر دو تا یافتند	بحب علی شافع دو جہان
ندا کرد ہاتف بصد شور و شین	دریغا کہ گل شد چراغ مکان ۱۲۱۵ھ

منیر کی قبر ۱۲۲۲ھ: ایک پختہ قبر پر سنگ مرمر کی سوا فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعہ

ابھی ہوا نہ تھا اچھی طرح سے نشو و نمود	قضا منیر کی جو آکے ہو گئی موجود
مگر آئی ندا خلد میں مکان ملا	ہوا غریق بدریائے رحمت معبود ۱۲۲۲ھ

بدر النساء بیگم کی قبر ۱۲۳۰ھ: پورب اتر جانب ایک پختہ قبر پر سنگ موسیٰ کی نو انچ چوڑی اور ایک فیٹ لمبی لوح پر یہ کتبہ ہے:

ہو کسطرح سے صدمہ کہ اس دنیائے فانی سے	دلا اہلیہ نواب ناظم ہو گئیں رخصت
یخو خدا من تعیں اس والا صب کی نام ہے جنکا	تصدق با حسین اے شاد وہ نواب ذی رفعت
پئے تاریخ رحلت بے سراغراق یوں لکھ دو	سدھاریں مومنہ بدر النساء ابجانب جنت ۱۳۳۰ھ

انور النساء بیگم کی قبر ۱۳۳۰ھ : پورب جانب ایک تختہ قبر پر سنگ مر مر کی آٹھ انچ چوڑی اور نو انچ لمبی لوح پر یہ کتبہ ہے :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" تاریخ انتقال نواب انور النساء بیگم عرف چاند بیگم صاحبہ مرشد آبادی زوجہ نواب سید اصغر حسین خان عرف سید نظیر نواب تاریخ ہفتدہ ماہ صفر المظفر مطابق ہفتم ماہ فروری ۱۹۱۲ء یوم چہار شنبہ وقت نہ ساعت شب بعارضہ تپ و نمونیہ از یں دار فانی بسوئے ملک جاودانی رحلت فرمود"

نواب تصدق حسین خان کی قبر ۱۲۴۰ھ : پورب جانب سے چوتھی تختہ قبر پر سنگ مر کی سوا فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے :

نواب نامور کہ تصدق حسین بود	ذی شان و ذی وجاہت و ذی رتبہ و وفا
در کار خیر با دل خالص بصد نیاز	با اہلبیت مصطفوی داشت اقتدا
بیمار گشت در مرض ذات جنب و تپ	چون جام عمر او شدہ لبریز از قضا
آمد چو روز یازدہم از مہ صیام	افسوس از سرائے سپنجی کشید پا
گشتم لطیف در پئے تاریخ سال فوت	ساکن شد او بخلد برین آمدہ ندا ۱۲۴۰ھ

مولوی اکرام الحق کی مسجد ۱۲۴۷ھ جو بلی صاحب کی مسجد کہلاتی ہے : پادری کی حویلی کے اتر جانب جو آبادی ہے بخشی محلہ کے نام سے مشہور ہے۔ بعض پرانے کاغذات میں اس کا نام تین زنار دار بھی لکھا ہوا پایا جاتا ہے لیکن وجہ تسمیہ معلوم نہیں پادری کی حویلی کی پشت پر جو گلی ہے کچھ آگے بڑھ کر ایک چوراہے میں ملتی ہے سابق میں اسی چوراہے کے پاس قاضی اسمٰعیل صاحب کا مکان تھا۔ اس سبب سے یہ جگہ قاضی کی ڈیوڑھی کہلاتی تھی اور یہاں پر ایک مسجد بھی تھی۔ گلی کی جو شاخ پورب جاتی ہے۔ اس میں قریب سو قدم پر داہنے ہاتھ کو ایک مسجد ہے۔ اس کی چھت گر جانے کے سبب راقم کے برادر معظم مولوی حفیظ الدین بلخی مرحوم نے مسجد کو کسی قدر درست کرا دیا تھا۔ مسجد کے احاطہ کی دیوار گلی کی جانب اتر دکھن ۳۱ فیٹ لمبی ہے اور پورب

پچھم ساڑھے اٹھائیس فیٹ ہے۔ گلی کی جانب مسجد کی پشت پر پانچ فیٹ چوڑا کمرہ بھی ہے۔ جس کی تعمیر ناتمام رہ گئی ہے۔ مسجد کے اندر کا دالان ۱۸ فیٹ لمبا ہے مغربی دیوار میں سنگ سیاہ کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

بہار و اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ نمبر ۳ و ۴ جلد ۱۶، ۱۹۳۰ء میں اسی مسجد کو بلی صاحب کی مسجد لکھا ہے۔

اکرم الحق چو کوفت بر سر راہ	میخ اسلام مسجد دلخواہ
گفت واعظ ز سال تاریخش	فاذکروا فیہ واسجد واللہ

من بنی مسجد اللہ بنی اللہ لہ بیتاً فی الجنۃ

اس مسجد کے پورب ایک احاطہ کے اندر ہنود کا مٹھ یا مندر ہے جو فی الحال خستہ حال ہو رہا ہے مسجد سے اتر سو قدم پر ایک مسجد اور ہے جو بلند اور کشادہ جگہ میں واقع ہے لیکن اس پر کوئی کتبہ نہیں، اس محلہ کو دھانک ٹولی کہتے ہیں۔ دھانک فی الحال زمین کوڑنے والے کو کہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ کرمیوں کی ایک شاخ ہے جس کو راجاؤں نے غلام بنا لیا تھا۔ لیکن صحیح خیال یہ معلوم ہوتا ہے کہ دھانک تیر انداز سپاہی تھے جو قدیم زمانہ میں پاٹلی پتر کی محافظت کرتے تھے کمہرار کے قریب جہاں پاٹلی پتر کے قدیم آثار پائے گئے ہیں، ایک پوری بستی دھانکوں سے آباد ہے جو غالباً سپاہیوں کی نسل سے ہیں۔ اس بستی کا نام دھنکی ہے۔ اس نام سے بھی اس خیال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ دھانک لفظ دھنک یا دھنش سے مشتق ہے۔ جس کے معنی کمان کے ہیں۔

نئے تربست بلی ۱۲۲۹ھ : محلہ کے چوراہے سے سو قدم اتر داہنے ہاتھ کو ایک مکان کی دیوار میں سنگ مرمر پر نئے تربست بلی ۱۲۲۹ھ کندہ ہے۔

ارشاد علی عرف چھٹن کی قبر ۱۲۴۲ھ : مکان نئے بست سے سو۔م اتر اسی گلی میں ایک بلند زمین داہنے ہاتھ کو ملتی ہے۔ یہ ڈاکٹر مرزا معشوق علی کا خاندانی ہڑواڑ ہے۔ اس میں پورب جانب ایک قبر کے سرہانے ۱۱ انچ لمبا اور ۹ انچ چوڑا معمولی پتھر لگا ہوا ہے، جس پر صرف یہ عبارت کندہ ہے:

"ارشاد علی عرف چھٹن۔ ۲۵ رشعبان ۱۲۴۲ھ۔

مہدی علی عرف نبن کی قبر ۱۲۴۴ھ : ارشاد علی کی قبر سے لگی ہوئی دوسری قبر پچھم جانب ہے جس کے سرہانے سولہ انچ چوڑی اور ڈھائی فیٹ لمبی معمولی پتھر کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ

اشعار کندہ ہیں:

۷۸۶

خلف اکبر معشوق علی	صالح و صاحب اوصاف حسن
نام مہدی علی و نبی عرف	راحت جان مشاہیر وطن
در شب جمعہ بماہ شوال	از جہاں شد بجوار ذوالمنن
خواستہ طبع چو تاریخ وفات	در وفور الم و فرط محن
سر زاندہ خمیدہ احمد	گفت اے وائے در یغا نبی ۱۲۴۴ھ

یہاں چند تختہ قبریں اور بھی ہیں لیکن کتبہ نہ ہونے کے سبب ان کا کچھ حال نہیں معلوم۔

محمدی جان کی مسجد ۱۳۰۵ھ: پادری کی حویلی سے سو قدم آگے پورب سڑک کے دکھن جانب محمدی جان کی مسجد ہے۔ اس صدی میں اس سے بہتر مسجد صوبہ بہار میں ابتک تعمیر نہیں ہوئی۔ افسوس ہے کہ سڑک سے اس کا منظر اس قدر خوشنما نہیں معلوم ہوتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ مسجد کے اتر جانب بلند چھت کے نیچے متعدد کٹرے بنا دیے گئے ہیں، جس سے مسجد کی عمارت چھپ گئی ہے۔ پھاٹک سے ایک راستہ کچھ دور تک دکھن کو چلا گیا ہے، لیکن مسجد میں جانے کی سیڑھیاں پھاٹک کے پورب جانب ہیں اور متعدد زینوں پر چڑھنے کے بعد چھت پر پہنچتے ہیں جو صحن مسجد ہے۔ یہ چھت سڑک سے پچیس فیٹ کے قریب بلند ہے۔ مسجد کے پہلے دالان میں تین زینوں کے اوپر ایک کرسی سنگ مرمر کی بنی ہوئی ہے۔ جو واعظ یا خطیب کی نشست کے لیے ہے۔ اس دالان کے بعد دوسرا دالان ہے۔ اس میں بھی سنگ مرمر کا ایک منبر بنا ہوا ہے۔ دونوں دالانوں کے فرش میں سنگ مرمر کے مصلے بنے ہوئے ہیں۔ جن میں سنگ سیاہ کی پٹریاں نہایت خوشنما نظر آتی ہیں۔ دالانوں کے محراب اور گنبد بھی خوش قطع ہیں۔ گنبد کی بلندی بھی فرش مصلے سے بیس فیٹ کے قریب ہے۔ مسجد کے جنوب و شمال میں سائبان ہیں، جن سے مدرسہ کا مصرف لیا جاتا ہے۔ جنوبی سائبان سے پورب ایک تختہ حوض بھی بنا ہوا ہے جس میں فوارہ لگا ہوا تھا فی الحال کسی قدر بے مرمت ہے۔ مسجد کے دونوں دالانوں کے بیچ والی دیوار پر سنگ سیاہ کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ابوبکرؓ   عمرؓ

صالحہ بی بی محمدی جان چوں بیت خدا
باخلوص نیت و صدق و یقین آراست ایں
چوں بنا شد ایں عبادت گاہ خاصانِ الٰہ
مظہر نور خدا و جنت الماوا است ایں
زاہتمام شیخ قاسم با علیؑ دیندار
ہم شبیہ مسجد دہلی فلک پیرا است ایں
سال تعمیرش چو شہرت خواست از فکر بلند
شد رقم قصر بدیع مسجد اقصیٰ است ایں

ازمنشا عادات شیخ قادر ساکن موار   کتبہ از ناصر خان غازی

عثمانؓ   ۱۲۰۵ھ   علیؓ

کوچہ کمنگر کی مسجد ۱۲۶۱ھ : محمدی جان کی مسجد سے کوئی چار سو گز آگے پورب (صدر گلی کے نکڑ سے چند گز آگے) صدر راستہ سے ایک سڑک سیدھی اتر خواجہ کلاں گھاٹ کو چلی گئی ہے۔ یہ سڑک تقریباً تین سو گز لمبی ہے۔ اسی راستہ میں کوئی ستر گز اتر جا کر ایک گلی ملتی ہے جو پچھم جانب چلی گئی ہے۔ اس گلی میں چالیس پچاس قدم پر سامنے ایک مسجد نظر آتی ہے۔ یہ مسجد اگرچہ چھوٹی ہے لیکن نہایت خوش قطع ہے۔ بیچ کے در کے اوپر ۱۳ انچ لمبی اور سات انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے "ایں خانہ خدا ہست ز بیگی قائم" (اس مسجد کو بیگن کی مسجد بھی کہتے ہیں۔)

۱۲۶۱ھ

محلہ خواجہ کلاں روڈ ڈاکٹر صادق خاں کی مسجد ۱۲۹۹ھ : خواجہ کلاں کی سڑک پر پچھم جانب ایک چھوٹی مسجد ہے جس کے چبوترے کی دیوار پر سڑک کے رخ پر آٹھ فیٹ کی بلندی پر ایک فیٹ لمبی اور دس انچ چوڑی معمولی پتھر کی لوح لگی ہے جس پر یہ تاریخ کندہ ہے :

چو فرمود حق حافظو اللصلوٰۃ	مرو زیں گذر گہ چو پیک صبا
بخواں مصرعہ سال گر عاقلی	ہمیں باب و در آب بیت خدا ۱۲۹۹ھ
بود ایں در خانہ آن الٰہ	کہ در قدرتش ہست کار ہمہ
زکلکش رقم زد پے سال کلک	در بیت پروردگار ہمہ

۱۲۹۹ھ
صادق خان ڈاکٹر

مخدوم حسن علی کا مزار ۱۲۲۴ھ: صادق خاں کی مسجد سے اتر پچھم ڈاکٹر عظیم الدین احمد صاحب پی۔ ایچ۔ ڈی کے مکان سے پچھم اور کسی قدر اتر ایک تنگ گلی میں پچھم جا سے چار فیٹ کی بلندی پر ایک پھاٹک لگا ہوا ہے۔ صحن کے بیچ میں ایک تختہ کمرہ کے اندر مخدوم شاہ حسن علی کا مزار ہے۔ دروازہ کے اوپر سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

کرد آرام در ریاض بہشت	شاہ حسن علی کہ بود ولی	
سال تاریخ رحلتش ہاتف	گفت مخدوم شاہ حسن علی	۱۲۲۴ھ

طہارت حسین کی قبر ۱۲۲۲ھ: مخدوم حسن علی کے مزار کے سامنے دکھن ایک قبر کے سرہانے سنگ مرمر کی لوح پر ۱۲۲۲ھ کا ایک کتبہ ہے جس کے اشعار نہایت مہمل سے معلوم ہوتے ہیں۔

چوں جنت رواں شد طہارت حسین	بگفت آں زماں سید الثقلین	
دخول تما الحسن والحسین	بخلد برین ہست تحت حسین	
الف ہر دو از مصرعہ سوئم بگیر	کہ تا سن فصلی برآید فقیر	۱۲۲۲ فصلی

قطعہ تاریخ دوم:۔

طہارت مرد نیکو حیف شمار	ممال صولہ . . . .
سن تاریخ بافرق یکتا گو	طہارت پاک . . . .

خواجہ کلاں کی مسجد اور مقبرہ: خواجہ کلاں گھاٹ کی سڑک گنگا کے کنارے تک ہے۔ خواجہ کلاں گھاٹ میں پورب جانب ایک پرانی مسجد ہے جو طرز تعمیر کے اعتبار سے حاجی تاتار کی مسجد سے مشابہ ہے۔ اس پر کوئی کتبہ نہیں پایا جاتا۔ لیکن بیچ کے در کے اوپر اس کی جگہ بنی ہوئی موجود ہے۔ ممکن ہے کہ سابق میں کتبہ بھی ہو۔ صحن مسجد سے چند گز پورب لب دریا ایک شکستہ حال سنگین احاطہ میں جو قبر ہے، خواجہ کلاں کی قبر کہی جاتی ہے۔

جعفر خاں کی عدالت ۱۰۷۴ھ: خواجہ کلاں کا تھانہ جو سڑک کے دکھن جانب ہے۔ اس کی دیوار پر سڑک کے سامنے ۱۴ انچ لمبی اور ۷ انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح لگی ہوئی ہے، جس پر یہ شعر کندہ کیا ہوا ہے:

بہر عدل و داد مظلوماں ز دست ظالماں	ساخت دار العدل جعفر بندۂ داود خاں	۱۰۷۴ھ

یہ کتبہ کب سے یہاں ہے اس کی تحقیق محال ہے۔ ایک عجیب بات یہ ہے کہ دار العدل ہی کا دوسرا کتبہ

جس کا حال ذیل میں لکھا جاتا ہے۔ اسی تھانہ میں پایا گیا۔ سید محمد صاحب وکیل مرحوم نے بہار واڑیسہ ریسرچ جرنل کے پرچہ جلد ۱۶ نمبر ۳ و ۴ میں لکھا ہے کہ اسی دار العدل کو نواب فخر الدولہ صوبہ دار کے عہد میں حسن علی نے درست کرایا، لیکن حسن علی کے کتبہ سے مرمت کرانے کا ثبوت نہیں ملتا بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ خود ایک دار العدل بنایا جیسا کہ مندرجہ کتبہ کے اشعار سے ظاہر ہے۔ گمان ہوتا ہے کہ ایک دار العدل جعفر خاں نے بنوایا اور بعد کو دوسرا دار العدل فخر الدولہ کے عہد میں بنا۔

حسن علی کا دار العدل ۱۱۴۲ھ: مندرجہ ذیل کتبہ راقم نے تھانہ کے احاطہ میں اینٹوں کے ڈھیر میں پایا تھا:

بندہ نواب فخر الدولہ ممدوح زماں — آنکہ در نامش حسن را با علی باشد قرآں

ساخت دار العدل جائیکو بنا بر حب داد — در ہزار یکصد و چل دو شمر تاریخ آں

بہار واڑیسہ ریسرچ جرنل میں "بنا بر حب داد" کو "مناسب داد" لکھ دیا ہے اور "شمر تاریخ آں" کو "بنا کر و تاریخ آں" لکھا ہے وہ غلط ہے۔ راقم نے اس کو صحیح طور پر پڑھ کر درج کیا ہے۔

یہ کتبہ سابق میں کسی مزدور نے لوح مزار سمجھ کر تھانہ کے صحن میں ایک قبر پر لگا دیا تھا۔ کچھ مدت بعد اس قبر سے علیحدہ ہو گیا تو کانسٹبلوں نے پورب جانب سائبان میں ڈال دیا اور راقم نے اس کو وہیں دیکھا اور بذریعہ خط انسپکٹر جنرل آف پولس سے درخواست کی کہ اس تاریخی کتبہ کو تھانہ کی عمارت میں لگا دینا چاہیے یا اس کو پٹنہ میوزیم میں رکھنے کے لیے بھیج دینا چاہیے۔ انسپکٹر جنرل صاحب نے راقم کی درخواست پر اس کتبہ کو بھی اول الذکر کتبہ کے پاس ہی تھانہ کی دیوار میں لگوا دیا اور بذریعہ چٹھی مورخہ ۱۸ جون ۱۹۲۲ء راقم کو بھی مطلع کر دیا جس کے لیے راقم صاحب ممدوح کا بیحد ممنون ہے۔

محلہ ست گھرا مسجد بیگو حجام جو حقیقتاً حسین شاہ کے عہد کی بنی ہوئی ہے ۹۱۶ھ: یہ مسجد نہ صرف اس شہر میں بلکہ اس صوبہ میں ایک نادر عمارت ہے۔ مسجد کے باہر صحن میں نہایت اعلیٰ قسم کے چینی کے کام کے ٹائلز (یعنی اینٹوں کے) مصلے بنے ہوئے ہیں۔ مسجد کے اندر مصلے کے فرش میں سنگ رخام کے تراشے ہوئے ٹکڑے اور حاشیوں میں سبز، نیلا، سیاہ اور سفید چینی کا کام ہے۔ چار سو برس کی بے مرمتی و بد احتیاطی سے جا بجا چینی کے کام کی چمک و آب و تاب جاتی رہی لیکن جہاں جہاں باقی رہ گیا ہے، قابل دید ہے

دہلی میں خیر پور والی مسجد، کاشانی ٹیلوں والے گنبد اور سکندر لودی کے مقبرہ کے سوا چینی کے کام

کی آرائش کسی اور عمارت میں دیکھنے میں نہ آئی۔ کئی صدی سے یہ صنعت و کاریگری اس ملک میں مفقود نظر آتی ہے۔ یہ مسجد جس قدر نادر ہے۔ اسی قدر باہر سے پست اور کم نما نظر آتی ہے۔ اس کا سبب یہ بھی ہے کہ گذشتہ چند صدیوں میں سڑک رفتہ رفتہ بلند ہوتی گئی۔ یہاں تک کہ اس وقت مسجد کے نیچے کمرے اور کوٹھریاں تہ خانہ کی طرح سڑک سے کئی فیٹ نشیب میں آگئی ہیں کوٹھریوں کی چھت لداؤ بنی ہوئی ہے۔ اور اسی چھت پر مسجد کا دالان اور صحن ہے۔

مسجد بیالیس ۴۲ فیٹ لمبی ہے۔ مصلّے کے فرش سے مسجد کے گنبد کی بلندی اندر سے ۱۵ فیٹ کے قریب ہے۔ تین دروں میں باہر کی جانب لوہے کی چادروں کا ایک سائبان دیدیا ہے۔ جس سے مسجد کی رونق اور بھی کم ہو گئی ہے۔ اگرچہ نمازیوں کو اس سے عافیت ضرور ہے۔ اس مسجد میں دو کتبے لگے ہوئے ہیں۔ پہلا کتبہ سنگ سیاہ کا ۲۰ انچ لمبا ہے جو مسجد کے کنگرہ سے لگا ہوا ہے اور لوہے کی چادروں کے سائبان کے اوپر ہے۔ اس پر خط طغری میں یہ عبارت کندہ ہے:

"قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من بنی مسجد اللہ بنی اللہ لہ بیتا مثلہ فی الجنۃ
بنی ھذا المسجد الجامع فی عھد السلطان علاء الدنیا والدین ابو المظفر حسین
شاہ السلطان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ بانیہ خان معظم ناظر خان دام علوہ
فی سنۃ تسعمائۃ وستۃ عشر۔"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مسجد سلطان علاء الدین حسین کے عہد میں ۹۱۶ھ میں خان معظم ناظر خاں نے بنوائی۔ لیکن گورنمنٹ گزیٹیر میں اور بابو رام لال ستہانے اپنی کتاب متعلق پاٹلی پتر میں اس کو خود سلطان علاء الدین حسین کی بنوائی ہوئی لکھ دیا ہے۔ اب کتبہ کی نقل کے بعد کسی بحث اور تاویل کی گنجائش نہیں۔

۹۱۱ھ میں سکندر لودی سے شکست کھا کر سلطان حسین شرقی صوبہ بہار سے بے دخل ہو گیا تھا، اور سلطان حسین بنگالی کی رفاقت میں بنگالہ میں رہتا تھا۔ یہ نہیں معلوم کے ناظر خاں کون تھا کتبہ میں سلطان کا لقب علاء الدنیا والدین ابو المظفر حسین شاہ لکھا ہے۔ اس سے گمان ہوتا ہے کہ سلطان بنگالہ کا عہد مراد ہے کیونکہ اس کا لقب یہی تھا۔

<u>بیگو حجام والا کتبہ ۱۰۵۶ھ:</u> مذکورہ بالا کتبے کے نیچے در کے محراب کے اوپر ہی ایک فیٹ لمبا اور آٹھ انچ چوڑا سنگ سیاہ کا پرانا پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں:

ساختہ بیگ محمد و نیک رائے — معبد در شہر پٹنہ خوش جائے
گفت معمار خرد تاریخ آن — مسجد زیبا و روشن شد بنائے ۱۰۵۶ھ

اس کتبہ کے متعلق جیمس صاحب کے گزیٹیر پٹنہ میں اور بابو رام لال سنہا کی کتاب میں قیاس کیا گیا ہے کہ بیگو حجام نے مرمت کی تاریخ کا یہ کتبہ لگایا ہے لیکن یہ محض قیاس ہی قیاس ہے۔ مسجد کی ساخت و صورت سے خود ظاہر ہے کہ ابتک اس کی تجدید بنا نہیں ہوئی ہے یوں معمولی مرمت تو ہر زمانہ میں ہوتی ہی رہتی ہے کتبہ کی عبارت میں مرمت کا کچھ ذکر ہیں بلکہ پہلے شعر سے مسجد کا بنانا ظاہر ہوتا ہے۔ لوح کو دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی دوسری مسجد کا کتبہ تھا جو یہاں لاکر لگا دیا ہے اس لوح کا ایک کونا ٹوٹا ہوا ہے۔ اور اس کے چاروں طرف بے جوڑ ٹائلز بھی ایسے بھدے اور بھونڈے طور پہ لگے ہوئے ہیں کہ کسی مسجد میں بھی ایسا بھدا کام کم دیکھنے میں آئے گا۔ بہرحال ۹۱۶ھ والا پہلا کتبہ اس مسجد کا اصلی کتبہ ہے۔ دوسرا کتبہ بعض جاہلوں نے اپنا رسوخ و اثر جتانے کے لیے کہیں اور سے لاکر لگا دیا ہے ان کی خوش نصیبی سے ناظر خاں اصل بانی مسجد کا نام کوئی جانتا بھی نہیں اور بیگو حجام کے نام سے یہ مسجد مشہور ہو گئی۔

محلہ روضہ اورنگ زیب کی مسجد جو روضہ کی مسجد کہی جاتی ہے ۱۰۷۸ھ: بیگو حجام والی مسجد سے کوئی دو سو قدم پورب ایک گلی اتر دریا کی طرف گئی ہے جو روضہ کی گلی کہلاتی ہے۔ دریا کے قریب رستہ سے پورب جانب تین گنبدوں کی ایک مسجد ہے۔ اس کے تین در نو نو فیٹ بلند اور پانچ پانچ فیٹ کے قریب کشادہ ہیں۔ گنبد اندر سے چوبیس[۲۴] فیٹ بلند ہیں اور ان کا قطر چودہ فیٹ کے قریب ہے مسجد کے اندر پچھم طرف کی دیوار پر قرآن کی آیتیں لکھی ہوئی ہیں۔ بیچ کے در کے اوپر باہر کی طرف دو[۲] فیٹ لمبی اور چودہ[۱۴] انچ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح پر مندرجہ ذیل اشعار کندہ کیے ہوئے ہیں:

از راہ اعتقاد شہنشاہ کامراں — از است مسجدے پئے خوشنودی خدا

بانی
اورنگ زیب
عالمگیر خلد اللہ سلطنتہ
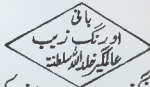
تاریخ او خرد بہ ہزاراں نیاز گفت — بر پا نمود کعبہ حاجات در جہاں

باہتمام انیس احمد

مسجد کے پورب پچاس فیٹ مربع احاطہ میں ۱۳ قبریں ہیں جن میں دو قبریں کسی قدر بلند ہیں۔ پورب والی قبر منگن شاہ کی اور پچھم والی قبر تاج شاہ کی کہی جاتی ہے۔ اور قبریں کس کی ہیں نہیں معلوم۔ احاطہ کی اتر والی

دیوار سے لگا ہوا سنگ موسیٰ کا ترشا ہوا نہایت خوشنما چھ فیٹ کے قریب لمبا اور چھ سات انچ موٹا ایک پایہ نصب کردیا ہے اسی پایہ کے قریب ایک اور پتھر تین فیٹ چھ انچ اونچا اور ایک فیٹ دس انچ چوڑا رکھا ہوا ہے جس میں چھ چھوٹے چھوٹے طاقچے بنے ہوئے ہیں۔ اتر ہی جانب احاطہ کے دروازہ پر دو فیٹ لمبی اور نو انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کندہ ہے۔

مسجد کے در کے سامنے پورب جانب پتھر کی تین قبریں ہیں۔ قریب پورب اور اتر پھولدار ترشے ہوئے معمولی پتھر کے سولہ پایوں پر ایک چھت ہے جس کے چبوترے پر دو سنگین قبریں ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی قبریں ہیں اور سامنے کچھ مکان بھی ہیں جو اسی مسجد اور مقبرہ کے متعلق ہیں شاید مکان کے اندر سے کوئی سڑک بھی نکلی تھی۔

محلہ چھرہٹہ <u>فخر الدولہ کی مسجد ۱۲۰۲ھ</u>: بیگو حجام والی مسجد سے قریب دو سو گز پورب سڑک کے اتر جانب محلہ چھرہٹہ میں ایک مسجد ہے جو فخر الدولہ کی مسجد کہلاتی ہے۔ متعدد سیڑھیوں پر چڑھ کر صحن مسجد میں آتے ہیں۔ جو ساٹھ فیٹ لمبا ہے۔ اس کے اتر پورب جانب ایک کنواں بھی ہے۔ اس کے تین در اور تین گنبد ہیں۔ بیچ کے در پر باہر کی جانب سنگ سیاہ پر حسب ذیل اشعار کندہ ہیں۔

بہ بیگم صاحبہ فرخندہ یادا	بنائے مسجد پاکیزہ بنیاد
بہ سعی و کوشش حاجی سعادت	مرتب گشت اجرش بیشتر باد
تمام از دولت فیروز جنگ است	کہ اور اہست ایں دولت خداداد
رسیدہ از حضور اقدس او	برائے سال تعمیرش جوارشاد
نمودہ سجدہ شکرانہ سارکق	بگفتا <u>ایں عبادت خانہ آباد</u> ۱۲۰۲ھ

گورنمنٹ گزیٹر مولفہ اومیلی صاحب نے صفحہ ۱۸۹ میں اس کو نواب فخر الدولہ حاکم صوبہ کی بنائی ہوئی مسجد لکھا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ اس لیے کہ نواب موصوف ۱۱۴۰ھ میں حاکم صوبہ تھے اور چند سال کے اندر ہی اپنے عہدے سے معزول کر دیے گئے تھے۔ یہ مسجد اس واقعہ کے ساٹھ برس بعد کی تعمیر ہے اور کسی بیگم کی بنوائی ہوئی ہے۔ جیسا کہ کتبہ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ فخر الدولہ کوئی اور ہوں گے جن کے نام سے یہ مسجد مشہور ہوئی۔

اسی طرح ایک اور غلطی یہ بھی ہے کہ لکھ دیا ہے کہ سابق میں اس میں پانچ گنبد تھے، لیکن اب تین ہی رہ گئے ہیں۔ حالانکہ اس کی صورت خود بتا رہی ہے کہ اس میں پانچ گنبد کبھی نہ تھے۔

یہ بیگم صاحبہ کون تھیں اور فیروز جنگ کون تھے کچھ معلوم نہیں۔ دہلی میں بربج کا سہہ حضرت فاطمہ کے نام سے جو عمارت مشہور ہے اسں کے قریب اور جہاز کی عمارت کے سامنے ایک قبر پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔ لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان دونوں کتبوں کو ایک دوسرے سے کوئی نسبت ہے:

"نواب ابراہیم بیگ خاں بہادر خلف احتشام الدولہ نواب اسماعیل خاں بہادر فیروز جنگ بتاریخ پنجم جمادی الثانی ۱۲۴۴ھ وفات یافت"

گدام کی مسجد متصل کٹرہ شایستہ خاں ۱۲۶۲ھ: فخر الدولہ کی مسجد سے کوئی دو سو گز آگے پورب سڑک سے دکھن جانب جو کٹرے ہیں۔ شایستہ خاں کے کٹرے کہلاتے ہیں۔ انہیں کٹروں کی پشت پر ایک ایک بلند مسجد ہے۔ تعمیر میں کوئی خاص بات قابل ذکر نہیں۔ بیچ کے در کے اوپر بیضاوی شکل کی سنگ سیاہ کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں:

بہ ہنگام احسن بفضل الہ	چو واحد علی تاجر باسخا
بنا کرد مسجد و ہاتف بگفت	درآیند عابد بہ خانہ خدا ۱۲۶۲ھ

اس محلہ کو مرجائی گنج بھی کہتے ہیں۔ اُمالی کے گورنمنٹ گزیٹیر صفحہ ۱۸۹ میں شایستہ خاں کے کٹرے کے ساتھ مسجد کو بھی شایستہ خاں کی مسجد لکھ دیا ہے جو صحیح نہیں۔

محلہ چوک، چوک کی مسجد ۱۲۵۱ھ: شایستہ خاں کے کٹرے سے تقریباً دو سو قدم آگے پورب چوک کا بازار شروع ہوتا ہے۔ اسی جگہ صدر راستہ سے اتر جانب ایک مسجد ہے جس کے بیچ کے در کے اوپر چودہ انچ چوڑی اور سولہ انچ لمبی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یا ابوبکرؓ　　یا عمرؓ

مسجد خوب کہنہ نو تیار
سال تہذیب کن بدیں اظہار
از دل رحم بانگ زد ہاتف
اے مصلّی بیا نماز گزار

یا عثمانؓ　۱۲۵۱ھ ہجری النبوی　یا علیؓ

اس کی تاریخ کے مصرعہ میں لفظ مصلّی کے دو لام کے اعداد ۶۰ شمار کیے گئے ہیں اور دل رحم یعنی

"ح" کے آٹھ عدد کا اضافہ کرنے پر تاریخ نکلتی ہے۔

محلہ جھاؤ گنج خواجہ عنبر کی مسجد ۱۱۰۰ھ: پٹنہ سٹی ہیڈ پوسٹ آفس کے سامنے سڑک کے دکھن جانب ایک مسجد نواب شائستہ خاں کے ناظر خواجہ عنبر کی بنوائی ہوئی اب تک درست حالت میں ہے بیچ کے در کے اوپر معمولی قسم کے پتھر کی اٹھارہ انچ چوڑی اور بیس انچ لمبی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

در زماں بادشاہ دین پناہ ۔۔۔ شاہ عالم گیر غازی ذوالکرم
خواجہ عنبر ناظر شائستہ خاں ۔۔۔ مسجد نو ساخت چوں بیت الحرم
مظہر الحق سال تاریخ بناش ۔۔۔ معدن فیض الہی زد رقم ۱۱۰۰

محلہ مدرسہ مدرسہ سیف خاں: نواب سیف خاں نے اپنی صوبہ داری کے زمانہ میں ۱۰۳۸ھ میں دریا کے قریب ایک بڑا مدرسہ بنوایا تھا۔ اس کے قریب فی الحال تھانہ چوک کلاں کی عمارت ہے۔ مدرسہ کی یادگار صرف اس محلہ کا نام رہ گیا ہے۔

مدرسہ کی مسجد ۱۰۳۸ھ: مدرسہ کے متصل سیف خاں نے ایک شاندار مسجد بھی تعمیر کرائی تھی جو اس وقت تک قائم ہے۔ لب دریا بلند مقام پر واقع ہونے کے سبب نہایت پر فضا ہے۔ دریا کی جانب پشتہ بلند دیواریں نہایت مستحکم بنی ہوئی ہیں۔ اس مسجد کے پانچ گنبد ہیں اور شہر میں یہ سب سے بڑی مسجد ہے۔ صحن میں ایک حوض بھی بنا ہوا ہے جو اب بالکل بے مرمت ہو رہا ہے۔ اس میں فوارہ کا نشان بھی ہے۔ مسجد کی مرمت کے وقت اس کے کتبے کو مزدوروں نے سفیدی پھیر کر خراب کر دیا اب اس کا پڑھنا دشوار ہو گیا ہے تاہم بعض مصرعے نمایاں ہیں۔ سنہ تعمیر اس مصرعہ سے ظاہر ہے۔

"یکفتا کہ مجموعہ خیر دنیا" کتبہ محمد علی کشمیری پیرو کار عمارت۔

۱۰۳۸ھ

عمارت چہل ستون: مدرسہ کی مسجد سے پچھم اتر نواب زین الدین احمد خاں ہیبت جنگ صوبہ دار بہار نے ایک عمارت ۱۷۴۰ء کے قریب تعمیر کرائی تھی جو چہل ستون کے نام سے موسوم تھی۔ اس عمارت کے بعض حصے غالباً مسجد سے پورب تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس جگہ ۱۷۴۸ء میں شمشیر خاں و مراد شیر خاں وغیرہ نے نواب مذکور کو قتل کر کے عظیم آباد پر قبضہ کیا تھا۔ اب اصل عمارت کا وجود باقی نہیں۔ لیکن مسجد کے پورب بعض آثار کسی قدر باقی رہ گئے ہیں۔ لیکن ان سے بھی اصل عمارت کی کیفیت کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

محلہ قلعہ **قلعہ عظیم آباد:** شہر میں مشہور و معروف جگہ ہے۔ یہ عمارت مدرسہ کی مسجد سے پورب گنگا سے ملی ہوئی ہے۔ اس کے پشتہ کا ایک حصہ ہمیشہ گنگا کے دھارے سے ٹکراتا رہتا ہے۔ پشتہ کی دیوار نہایت مستحکم ہے۔ بالائے پشتہ سکونتی عمارتیں معمولی قسم کی ہیں۔ غالباً یہ عمارتیں اصلی عمارت کے منہدم ہونے پر تعمیر کی گئی ہیں۔ تاریخ شیر شاہی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵۴۰ء میں شیر شاہ نے یہ قلعہ پانچ لاکھ روپیہ میں تعمیر کرایا۔ بعد کو عہد مغلیہ میں اکثر صوبہ دار و حکام اسی جگہ قیام کرتے تھے۔ اکبر شاہ کے زمانہ میں داؤد خان کرانی بادشاہ بہار و بنگالہ واڑیسہ اس قلعہ میں قلعہ بند ہو گیا تھا اور اس کے فرار ہونے پر اکبر نے اس پر قبضہ کیا۔ راجہ مان سنگھ اور شہزادہ عظیم الشان کی حکومت میں اس کی مرمت بھی کی گئی تھی۔ فی الحال رائے بہادر رادھا کرشن جالان (مارواڑی) نے اس کو انگریزی عمارتوں کے طور پر آراستہ کیا ہے۔ ۱۸۲۴ء میں پادری ہیبر نے غلطی سے یہ سمجھا تھا کہ یہ قلعہ پہاڑی پر تعمیر کیا گیا ہے جیسا کہ کتاب "جرنی ان انڈیا" حصہ ۱ صفحہ ۲۱۲ میں مذکور ہے اور گورنمنٹ گزیٹیر صفحہ ۱۷۴ میں بھی مذکور ہے۔[1]

قلعہ کے باہر ایک مسجد ۱۲۲۹ھ: قلعہ کی عمارت سے دکھن راستے کے دکھن جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کی لمبائی تیس فیٹ چھ انچ اور چوڑائی ساڑھے سولہ فیٹ ہے۔ بیچ کے در کے اوپر چودہ انچ لمبی اور آٹھ انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

ذالک بیت اللہ

مسجدے ساخت مرد دیندارے | از مقیمانِ آستانۂ حق

سال تعمیر اوز دل جستم | دل بہ من گفت ہست خانۂ حق ۱۲۲۹ھ

محلہ معروف گنج **شاہ معروف کی قبر:** قلعہ کی مسجد سے چند سو فیٹ آگے ایک مندر کے پاس سے راستہ دریا کے سمت کو چلا گیا ہے۔ دریا کنارے ایک بلند ٹیلہ ہے جو سابق میں قلعہ کی خام فصیل کے پورب اتر کونے پر توپ چڑھانے کی غرض سے بنایا گیا تھا۔ اس مٹی کے تودے کی اونچان شہر کی عام سطح سے سو فیٹ سے کم نہ ہوگی۔ بلند زینوں پر چڑھنے کے بعد ایک چبوترہ ملتا ہے جو تیس فیٹ چوڑا اور اکاون فیٹ لمبا ہے۔ چبوترے کی دیواریں پشتہ کی دیوار کے طور پر بنی ہوئی ہیں۔ اصلی پشتہ مدت ہوئی کہ دریا کے سیلاب سے منہدم ہو گیا۔ چبوترہ سے اُتر قبروں کے ٹوٹے ٹوٹے تعویز نظر آتے ہیں۔

---

[1] قلعہ کے سکونتی مکان کے آخری مالک مرزا سعید تھے۔ انھوں نے اس کو آٹھ دس ہزار روپئے لیکر جالان کے ہاتھ بیچ ڈالا اور اس رقم کو چند مہینوں کے اندر اوباشوں کی صحبت میں صرف کرکے انتقال کیا۔

شاہ معروفؒ کی قبر چبوترہ کے بیچ میں ہے جو اصل چبوترہ کی سطح سے بھی چار فیٹ بلند ہے۔ اتنی بلندی پر شہر میں کوئی دوسری قبر دیکھنے میں نہیں آئی ہے۔ اس سے کم بلندی پر شاہ منصور کی قبر پٹنہ سٹی اسٹیشن کے قریب ایسی ہی دوسرے ٹیلے پر واقع ہے[2]۔ جس کا ذکر اپنی جگہ پر کیا گیا ہے۔ چبوترے سے متصل پورب ایک چھوٹی سی مسجد بھی ہے جس کی دیوار اب تک قایم ہے۔ باقی حصہ منہدم ہو چکا ہے۔ اسی کے قریب میر خلیل کی حویلی بھی تھی۔ جس کے قریب سے دیوار میں رخنہ کر کے ۱۷۶۳ء میں انگریزی فوج شہر پر قابض ہوئی تھی۔

محلّہ مغلپورہ کے کتبے: محلہ مغلپورہ ایک وسیع محلّہ ہے۔ جس کے حدود میں اور بھی چھوٹے چھوٹے محلّے شامل ہیں۔ دکھن جانب ایک گلی جگی چوراہے سے کنگھیا ٹولے تک چلی گئی ہے اور درمیان میں متعدد کچے و کاواک گلیاں ہیں۔ محلہ گذری سے جو راستہ دکھن کو آتا ہے گھورن حلوائی کی گلی کہلاتا ہے اس راستہ میں تھوڑی دور دکھن آکر ایک گلی پچھم جانب کو ہے جو چوالال کی گلی کہی جاتی ہے۔ اس کے مغربی حد پر ایک چھوٹا سا گورستان ہے جس میں چند قبروں پر کتبے ہیں جو درج کیے جاتے ہیں:

صُغریٰ بیگم کی قبر ۱۳۱۳ھ: سنگ مرمر کی سولہ انچ لمبی اور نو انچ چوڑی لوح پر یہ عبارت ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"مسماۃ صُغریٰ بیگم مرحومہ بنت سید احمد حسین مرحوم ساکن مظفر پور تاریخ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ روز چہارشنبہ۔"

اصغری فاطمہ کی قبر ۱۳۲۴ھ: سنگ مرمر کی پندرہ انچ چوڑی اور دو فیٹ لمبی لوح پر قطعہ تاریخ کندہ ہے:

"تاریخ انتقال پر ملال مسماۃ اصغری فاطمہ مرحومہ از عشرتی عظیم آبادی۔"

ہوئی جبکہ ذی الحجہ کی بارہویں — گئی خلد کو باحیا اصغری
جو منظور حق تھا وہ آخر ہوا — نہ راس آئی کوئی دوا اصغری
ترا سن یہ مرنے کا ہرگز نہ تھا — ہوئی کیسی نازل بلا اصغری
مٹایا شباب آسمان نے ترا — تو تھی بحر جود و سخا اصغری
یہ کہہ کر تسلّی اعزّا نے کی — ہمیشہ کوئی کب جیا اصغری

---

[1] یہ وہی شاہ معروف ہیں جن کے نام سے یہ محلہ مشہور ہے۔

[2] بڑی پہاڑی کمہرار سے اتر واقع ہے۔ اس پر بھی ایک پختہ قبر ہے جو تین شاہ کی قبر کہی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ گلزار باغ ریلوے اسٹیشن سے پورب اور محلہ تمولیہ کے قریب محلہ عالم گنج سے دکھن اور درگاہ شاہ ارزاں سے پورب بھی اس طرح کے ٹیلے ہیں جن پر نامعلوم لوگوں کی قبریں ہیں لیکن یہ تینوں ٹیلے معروف گنج کے ٹیلے کی بلندی کو نہیں پہونچتے۔

لحد سے ہٹے کہتے یہ اقربا ترا ہے نگہبان خدا اعزی
ردیف و قوافی سے ہر شعر کی سن فوت پیدا ہوا اعزی

۱۹۰۶ء، ۱۳۱۵ الہی، ۱۹۶۲ سمبت، ۱۳۲۴ فصلی ۱۳۱۲ بنگلہ، ۱۳۲۲ھ۔

<u>سید کرامت حسین کی قبر ۱۳۲۲ھ</u>: سنگ مرمر کی پندرہ انچ چوڑی اور اٹھائیس انچ لمبی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"تاریخ وفات سید کرامت حسین از سید بادشاہ نواب صاحب عشرتی عظیم آبادی۔"

زبان سے دو مراتب نام جب لو گے کرامت کا عیاں ہوگا سن ہجری اسی دم ان کی رحلت کا

<u>دیگر از سید عباس حسین صاحب سعید عظیم آبادی</u>:

کیا جلد آ گئی ہے کرامت اجل تمہیں افسوس تم ابھی تو کچھ ایسے مُسن نہ تھے
منقوط میں سعید ہے تاریخ عیسوی کہتا ہے خود شباب کہ مرنے کے دن نہ تھے

<u>دیگر از کاظم حسین صاحب مطیر لکھنوی</u>:

وقت مغرب شب جو آئی پنجشنبہ دلا پندرہ تاریخ کو ماہ ربیع الثانی کی
سال تھا اکتیسواں بھی سید عالی نسب آسماں سے ہاتف غیبی نے یہ آواز دی
نظم ہو تاریخ آن مرحوم کی اسطور سے ہو گئے زبر و بیّنہ بھی اور صوری معنوی
ہوں اسی مصرعے سے کم گر یک صد و چہل و چہار سن ہو زبر و بیّنہ سے صاف ظاہر عیسوی
۱۳۲۲ھ۔ ہے گلگشت جناں ہو چکے کرامت اے مطیر یکہزار و تین سو بائیس میں پیش نبی ۱۹۰۴ء

<u>شیخ احمد عرب کی مسجد ۱۲۵۲ھ</u>: چوالال کی گلی کے موڑ سے تھوڑی دور دکھن جا کر راستہ پورب کو مڑ گیا ہے۔ اس راستہ میں دکھن جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے بیچ کے در کے اوپر سولہ انچ لمبی اور سات انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شیخ احمد عرب نامش کرد بنا این خانہ لایق
ہاتف باسر دولت گفتا باب عبادت گاہ خلایق ۱۲۵۲ ہجری النبی

شیخ بہاری کی مسجد ۱۲۴۰ھ: شیخ احمد کی مسجد سے کوئی سو قدم پورب جاکر راستہ کے اتر جانب چھوٹی سی بلند مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے در کے اوپر یہ کتبہ ہے۔ فی الحال یہ مسجد شیخ بہاری کی مسجد کہلاتی ہے:

آن شفیع الدین حسین با صفا	وان بر نخل رفیع حلم وجود
حسب امر قدرت و توفیق خویش	چون بنائے مسجد عالی نمود
گفت شاکر سال تعمیرش ہمیں	حبذا دار حقیق بالسجود

۱۲۴۰ یکہزار دو صد و چہل ہجری

خواجہ عطاء اللہ کی قبر ۱۲۶۲ھ: شیخ بہاری کی مسجد کے قریب اتر جانب ایک قدیم گورستان ہے جو املی کے درخت کے سبب املی تلے والا قبرستان کہلاتا ہے۔ اس میں بہت سی نامعلوم لوگوں کی خام قبریں ہیں۔ اور بعض پختہ قبریں بھی ہیں لیکن کتبہ صرف چند قبروں پر ہے اور ان میں بھی بعض زمانہ حال کا معلوم ہوتا ہے۔ اتر جانب ایک قبر پر ایک ہاتھ لانبی اور دس انچ چوڑی سیاہ پتھر کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام۔

ھذا قبر خواجہ عطاء اللہ کہ فی التاریخ ۱۷ شہر رجب المرجب ۱۲۶۲ ہجرۃ النبوی صلعم یوم دوشنبہ انتقال فرمود انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ محمد بدقن کی قبر: اسی گورستان کے دکھن جانب ایک قبر کے سرہانے معمولی قسم کے موٹے پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے:

"ضلع گیا موضع ارکی بارہ بتاریخ ۵ عید الضحیٰ شیخ محمد بدقن مستری وفات شد۔

مولوی نوروز علی کی قبر ۱۲۳۳ھ: شیخ بہاری کی مسجد سے چند سو قدم پورب راستہ کے اتر جانب مولانا سعید صاحب کا مدرسہ تھا جس کی عمارت منہدم ہو گئی اس کے متصل اتر پورب ایک گورستان ہے۔ اس میں متعدد پختہ قبریں ہیں پورب طرف والی قبر پر ایک گز لمبی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ کتبہ ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

یوسف حسن و بعدیل و نظیر	ہمدم واعظ و عزیز جہان
چون زجور فلک بخاک بخفت	بہر تاریخ رحلتش زبیان

نالۂ برکشیدہ دل گفت آہ　　　رفت نوروز علی بہ صحن جناں　　۱۲۳۲ھ

اسی کے قریب مولانا محمد حسرت کی بھی قبر ہے۔

مولوی نور علی کی قبر ۱۲۶۲ھ: پورب اتر کونے میں ایک قبر پر سنگ مرمر کی لوح پر جو ایک فیٹ لمبی اور ایک بالشت چوڑی ہے یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولوی نور علی چون قصد بیت اللہ کرد　　　جان بحق تسلیم ناگہ کرد در اثنائے راہ

عقل تاریخ وصالش صوری و ... نوی　　　گفت سال یکہزار و دو صد شصت و دو آہ　　۱۲۶۲ھ

علی حسین ولد نجو کی قبر ۱۳۲۰ھ: مولانا سعید صاحب کے مدرسہ کی جگہ سے کسی قدر پورب ایک گلی دکھن کو جاتی ہے۔ اس محلہ کو شیخا کا روضہ کہتے ہیں۔ اسی جگہ ایک گور غریباں ہے جس میں ایک قبر پر معمولی قسم کے پتھر پر یہ عبارت کندہ ہے:

"کل من علیها فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام کل نفس ذائقة الموت۔"

"تاریخ وفات علی حسین ولد نجو ساکن شہر الہ آباد حال وارد شہر پٹنہ عظیم آباد محلہ پھر ہٹہ ... محرم الحرام ۱۳۲۰ھ مطابق ۲۰ اپریل ۱۹۰۲ء روز سہ شنبہ۔

حاجی عباس کی قبر ۱۳۴۷ھ: علی حسین ولد نجو کی قبر کے قریب دوسری قبر پر بائیس انچ لمبے معمولی پتھر پر یہ کتبہ ہے:

" حاجی عباس ولد حاجی ولی محمد رہنے والے اوپلیٹا ضلع کاٹھیاوار نے ۲۷ محرم ۱۳۴۷ھ روز دوشنبہ کو اس دار فانی سے رحلت کی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس عبارت کے نیچے گجراتی زبان میں بھی کچھ لکھا ہوا ہے اور ہندی میں تاریخ دی ہے۔

مظہر حسین کی مسجد ۱۳۰۴ھ: شیخ بہاری کی مسجد کے ... سے جو راستہ پورب آتا ہے اس میں کوئی چار سو قدم پورب آکر گلی اتر کو مڑ گئی ہے۔ اسی موڑ پر ایک مسجد ہے جس ... پتھر کی ایک ہاتھ لمبی اور دس انچ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چو مظہر حسینم و اطہر حسین	برائے عبادات جا ساختند
شد این سال تعمیر مسجد رقم	ہمہ جائے سجدہ بنا ساختند

۱۲۳۲

میاں خان کی قبر ۱۲۷۱ھ : مظہر حسین کی مسجد سے پورب کسی قدر دکھن جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو شیخ برکت کی مسجد کہلاتی ہے۔ اسی مسجد کے صحن میں اتر جانب دیوار سے لگی ہوئی ایک قبر ہے جس کے سرہانے سنگ سیاہ کی آٹھ اینچ چوڑی اور دو فیٹ لمبی لوح پر یہ کتبہ ہے۔ فی الحال صحن مسجد میں مٹی بھر جانے سے قبر کا تعویذ اور کتبہ کی لوح زمین میں دب گئی ہے:

هو الغفور

میاں خان کہ در عنوان شباب	بساط حیاتش قضا در نوشت
دو شنبہ چہارم ز ماہ صیام	روان شد پے سبز باغ بہشت
بلوح مزارش خرد سال فوت	قضا نوجوان کردہ ہے ہے نوشت

۱۲۷۱ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم

جگی چوراہہ، گلشن حیدری، کنگھیا ٹولہ، سونا ٹولی، شلک املی، لوہی کٹرہ اور دوندی بازار کا حال

پچھم دروازہ کے پاس سے ایک سڑک سیدھی دکھن کو جاتی ہے جو ریلوے فنڈر روڈ میں مل گئی ہے۔ اس سڑک کا نام سید الطاف نواب روڈ ہے۔ اس سڑک پر پورب جانب مدرسہ سلیمانیہ ہے۔ تقریباً تین سو گز دکھن جا کر ایک راستہ پورب مغلپورہ کو جاتا ہے۔ اس جگہ کو جگی چوراہہ کہتے ہیں۔

بام صاحب کی مسجد ۱۲۴۳ہجری: جگی چوراہے کے قریب گلی کے پچھم و دکھن جانب ایک بلند مسجد ہے۔ لوگوں کا بیان ہے کہ اس کے تینوں گنبد دوہرے بنے ہوئے ہیں، جس کے درمیان میں خلا ہے۔ اس میں جانے کا راستہ بھی گنبد کے سرے کے پاس ہے۔ بہر حال مسجد کے بیچ کے در کے اوپر باہر کی جانب سیاہ پتھر کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

مسجد نو ساخت چون آراستہ شد	در بلندی بردہ از گردون سبق
ہاتف تاریخ تعمیرش بگفت	معبد با رفعت از انوار حق

۱۲۴۳ھ

بعض لوگوں کا بیان ہے کہ یہ مسجد کسی عورت نے بنوائی تھی۔

بلاقی کی مسجد ۱۲۰۵ھ :- بام صاحب کی مسجد کے سامنے گلی کے دوسرے جانب ایک چھوٹی سی

مسجد ہے جس کے بیچ کے در کے اوپر باہر کی طرف سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

بلاقی داشت در دل این خیالے — کہ سازد مسجدے للہ والہ

ہمادم گفت ہاتف این زغیبش — عبادت خانہ اللہ اللہ

۱۲۰۵ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

میر قطب الدین کی قبر ۱۱۸۲ھ: بلاقی کی مسجد کے کوئی چار سو قدم آگے پورب راستے کے اتر جانب ایک قدیم مقبرہ ہے، جس کی دیواریں جالیاں بھی بنی ہوئی تھیں فی الحال بالکل بے مرمت ہے۔ احاطہ کے اندر بلندی پر دو قبریں ہیں۔ مقبرہ کے کتابہ کا پتھر اپنی جگہ سے نکل جانے پر سید مہدی (جوہری) نے مقبرہ کے متصل پچھم اپنے مکان میں رکھوالیا ہے کتابہ کی لوح سنگ موسیٰ کی ایک گز لمبی اور دس انچ چوڑی ہے اس پر خط نستعلیق میں حسب ذیل عبارت کندہ ہے:

ہزار حیف و صد حیف میر قطب الدین — بعرش دامن افشاں ازیں جہاں بگذشت

بجستم از خرد خویشش سال تاریخش — ندا رسید چنیں جائے در حریم بہشت ۱۱۸۲ھ

لعنت اللہ علی بائع و مشتری ھذاۃ المقبرہ۔ ۱۲ ذیقعدہ سنہ ۱۱

سنہ ۱۱ سے بظاہر شاہ عالم کا سنہ جلوس مراد ہے، کیونکہ تخت نشینی سے گیارھواں سال ہوتا ہے۔ لعنت اللہ کے مضمون کی کہاں تک پابندی کی گئی خدا کو معلوم۔

رس پیٹہ کی گلی کا گورستان: میر قطب الدین کے مقبرہ سے کوئی چار سو گز آگے پورب راستہ کے دکھن جانب پچاس قدم پر ایک گورستان ہے۔ اس گلی کو رس پیٹے کی گلی کہتے ہیں۔

سید علی عظیم کی قبر ۱۲۲۴ھ: گورستان میں پچھم جانب گوشہ کے قریب ایک قبر کے سرہانے دس انچ لمبی اور سات انچ چوڑی سنگ مرمر کا لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"کل نفس ذائقۃ الموت۔ سید علی عظیم مرحوم بتاریخ ۵ شہر ذیقعدہ ۱۲۲۴ھ یوم شنبہ وقت صبح انتقال کرد۔"

سید نظام الدین کی قبر ۱۲۰۵ھ: گورستان کے بیچ میں ایک قبر پر سنگ موسیٰ کی بیس انچ لمبی اور ساڑھے گیارہ انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نہ پوچھو دوستو کچھ حال اس دنیائے فانی کا	عجب عبرت سرا یہ ہے عجب حیرت کا مسکن ہے
حیات چند روزہ جس کو لے آتی ہے آتا ہے	مگر ٹھہرے تو کیا ٹھہرے خزاں بر جیب گلشن ہے
برنگ بو جسے دیکھو وہی مہمان ہے دم بھر کا	گرفتہ دل جو غنچہ ہے تو گل کا چاک دامن ہے
نہال گلشن سادات تھے سید نظام الدین	ہوائے مرگ سے افتادۂ خاک اُن کا اب تن ہے
کبھی ہوتی تھی ان کی پرورش آغوش مادر میں	کنار گور میں اب رحمت حق سایہ افگن ہے
یہی شاہ و گدا کا حال ہے اے غافلو دیکھو	یہ کیا سونے کی جا ہے خاک میں سیکڑوں کا تن ہے
مجید خستہ دل کو فکر تھی تاریخ رحلت کی	کہا ہاتف نے لکھ یاد نظام الدین مدفن ہے ۱۲۰۵ھ

گھسو بی بی کی قبر ۱۲۴۱ ہجری: گورستان میں دکھن پورب جانب ایک قبر کے سرہانے گچ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام"

گھسو بی بی کا انتقال ہوا	سب کو بے انتہا ملال ہوا

تاریخ ۷ ذیقعدہ ۱۲۴۱ھ

گلشن حیدری: رس پٹے کی گلی والے قبرستان سے متصل پورب اور دکھن ایک امام باڑہ اور مسجد و گورستان ہے۔ یہ جگہ گلشن حیدری کے نام سے موسوم ہے۔

گلشن حیدری کی مسجد ۱۲۵۴ ہجری: امام باڑہ گلشن حیدری کے متصل دکھن ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سنگ موسیٰ کی چودہ انچ اور سات انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

زایر شاہ نجف اکبر علی	ساخت جائے سجدہ بہر خاص و عام
سال تاریخ بنائش را بفکر	گفت لبی ثانی بیت الحرام ۱۲۵۴ ہجری

امام باڑہ گلشن حیدری میں قبر کا کتابہ ۱۳۱۵ ہجری: امام باڑہ کے برآمدے میں دکھن پورب کونے پر سنگ مرمر کی دو گز لمبی اور ڈیڑھ ہاتھ چوڑی لوح مسطح لگی ہوئی ہے۔ جس پر یہ طویل کتابہ ہے:

"ھوالحی القیوم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام

بسال پانزدہ از بعد یکہزار و سہ صد	ز کین سیاہ خزان تاخت بر بہار افسوس

بباغ عمر جوانی سموم مرگ وزید — که بود او بجهان فخر روزگار افسوس
ببست رخت ز دار فنا بملک بقا — کسے که دهر بدو داشت افتخار افسوس
بار بعین و شب جمعه بود ماه صفر — جهان ز ماتم او شد چو شام تار افسوس
نمود خم سر تسلیم بر کمند اجل — رضا بحکم قضا شد بلی وچار افسوس
نهال قد سرافراز آں خجسته جواں — ندانم از چه سبب گشت خاکسار افسوس
ز جور مرگ الا از چه زود خزانی شد — رخے که بود به از ورد نوبهار افسوس
کسے که شیر فلک را شکار کرد به تیر — چرا بگرگ گر مرگ شد دوچار افسوس
کسے که بود پدر بیار را مل و ایتام — چساں ز جور اجل خفت بر مزار افسوس
بخاک خفت کسے کو بزرگ و کوچک را — بیک مثال بد ز دل بود غمگسار افسوس
ز ارتحالش فلک خورد بیحساب دریغ — ز انتقالش جهاں کرد بے شمار افسوس
ز مردنش دل همچوں گل اعزه تمام — شده چو لاله نعماں داغدار افسوس
الم شده همه احبابش اے هزار دریغ — دو نیم شد دل اصحابش اے هزار افسوس
علی الخصوص رضیه عفیفه دوراں — زیاده تر ز همه گشت دلفگار افسوس
نوشت خامه سحر بسال تاریخش — ز سے بسوے جناں رفت اے هزار افسوس

۱۳۱۰ هجری النبوی

دریغا کو بروز اربعین و در شب جمعه — رضا تسلیم جاں کرد و فسردا ز غم جهانے را
الا یک آسماں مجد و همت بود حیرانم — زمین در خویش گنجانید چوں یک آسمانے را
الهی آتشے بر جاں مرگ ناگهاں افتد — خدایا وے فرستد طرفه مرگ ناگهانے را
فلک تا چند شربت باد زیں کردار را ز داور — چرا بر باد سازی هر دمے یک خانمانے را
بری تا چند یاد اشس اجل از گلشن گیتی — بناکامی نهال قد امت سرور دانے را
ز هجر یوسف گم گشته یا سوز جگر نالم — یکه سوز ناله ام آتش زند یک کاروانے را
بجز در دانه اشک از تغیر لعل لخت دل — تهی دستم ندارم تا که آرم ارمغانے را
ز گریه ناصحا پندم مده فرما معذورم — که از خاشاک بسته راه یک سیل دمانے را

کمان شد قامت چرخ ستم ایجاد زیں ماتم — کہ خود میخواستے تیر حوادث یک کمانے را
سرے آخر بر آرا زخاک اے رعنا جواں مت — چہ گرد دگر ز روے لطف بینی نوحہ خانے را
پے تاریخ سال رحلتش سنجر چنیں گوید — عناں پیچیدہ موت از عمر جاویداں جوانے را
سروشے گفت بامن سال تاریخ وفات او — اجل از پاے افگند ست سنجر نوجوانے را

۱۲۱۵ھ

دنیائے بے وفا کو سمجھتا دغا شعار — اُس سے بعید ہے جیسے کچھ پاس دیں ہے
بچھتا تھا جس کے واسطے مخمل کا فرش نرم — افسوس آج اُس کا بچھونا زمیں ہے
گویا ہے جھک کے سقف مکاں شکستہ حال — ڈھونڈھوں کہاں کدھر مرا پیارا مکیں ہے
کہتی تھیں جن کو راضیہ بیگم بہ افتخار — داماد میرا دیکھو تو ڈرِّ ثمیں ہے
عباس نام اور محمد رضا شہیر — دلبر یہ اسم صورت نقش نگیں ہے
افسوس جب سے دامن لطف اسکا گم ہوا — بیلشنہ تمام جامہ بے آستیں ہے
تقوی و زہد و بذل میں تھا وہ فرید دھر — منکر ہو اُس کے علم کا جو وہ لعیں ہے
جہلم کے روز مرنے سے اس کے کھلا یہ حال — اس کا بھی غم نشیں ہے جو مجلس نشیں ہے
کیونکر نہ پنجشنبہ کو دنیا سے وہ اُٹھے — جو پنجتن کے عشق کا دل سے امیں ہے
عباس سال فوت کی تجکو ہے کیا تلاش — حامی ترا امام رضا بالیقیں ہے
مشہد کے سمت سے یہ صدا آرہی ہے سن — عباس پاے بوس رضائے حزیں ہے

۱۳۱۵ھ

سید نجف علی کی قبر ۱۲۶۱ھ: امام باڑے کے سامنے پورب ایک تختہ قبر کے سرہانے سنگ موسیٰ کی سوا دو فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دریغا آن امام و قبلہ دیں — چراغ افروز راہ بزم ارشاد
فقیہ و عالم و علامۂ عصر — اساس ورع را بودست بنیاد
نجف را ما علی سازی حو منعم — ز نام نامی پاکش دہد یاد
سروش غیب سال رحلتش خواند — ستونِ کعبہ دیں حیف افتاد

۱۲۶۱ھ

کتبہ السید مرتضیٰ انعو نمردی ۔ محمد صادق ذاکر کندہ نمود سبط السید مرحوم۔"

نواب یوسف علی خاں کی قبر ۱۳۱۴ھ: متذکرہ بالا قبر کے متصل پورب جانب ایک پختہ قبر ہے جس کے کتبے کی لوح (ڈھائی فیٹ لمبی اور سوا فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی) فی الحال قبر سے علیحدہ ہو گئی ہے اور قریب ہی میں کسی نے رکھدی ہے۔ کتابہ کی عبارت حسب ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (خط طغریٰ میں)

واحسرتا رفت از جہاں آں سر کردہ کاملاں	نواب عالیجاہ ما یوسف علی خاں ذوالکرم
ہر حرف او متن متین ہر کلمہ او دل نشین	چشمم نہ دیدہ ایں چنیں دانا رئیس محتشم
او کردہ نستعلیق را تشریف صد خوبی عطا	الحق کہ نام نامیش در خیل استاداں رقم
اسلام را رونق ازو ایمان را زو آبرو	در عشق شاہ کربلا دل داغدار و چشم نم
انجو یہ در اصناف خود بے مثل در اوصاف خود	یارب چناں در یک بشر چندیں محامد شد بہم
مانند گلہا خندہ رو پاکیزہ دل پاکیزہ خو	در باغ دنیا مسکنش ماواش در باغ ارم
اے شاد تاریخش چنیں بر گفتم از روئے یقین	باشد الٰہی جنتی ایں صاحب سیف و قلم ۱۳۱۴ھ

"کتبہ کمترین مرزا لطف علی خاں غفرلہ یکے از تلامذہ جناب نواب یوسف علی خاں جنت آرامگاہ۔"

عبدالحسین خاں کی قبر ۱۳۱۰ھ: امام باڑے سے اتر ایک پختہ قبر کے سرہانے سنگ مرمر کی لوح پر یہ اشعار کندہ کیے ہوئے ہیں:

اللہ

محمد

ہزار حیف کہ عبدالحسین خاں شد فوت	زہے جواں و سہے قامت و زہے شانش
نثار جاں و دل او بر اہل بیت رسول	چہ مومنے کہ بہر نہج پختہ ایمانش
بیاض صبح ز نور جبین او پیدا	بہار خلد نمایاں ز روئے خندانش
برب کعبہ دلم خوں ز مرگ او اے شاد	رواں سرشک غم از چشم من ز ہجرانش
چو گشت داخل جنت برائے سال ورود	بقصر خلد رسیدی بگفت رضوانش ۱۳۱۰ھ

"یہ قبر سید عبدالحسین خاں عرف مجو نواب صاحب برق مرحوم کی ہے۔ بتاریخ ۲۵ ماہ صفر ۱۳۱۰ھ بروز شنبہ انتقال کیا۔"

قبر کلثوم بیگم ۱۳۲۲ھ: اوپر والی قبر کے پاس دوسری قبر پر سنگ مرمر کی دو فیٹ لمبی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"قبر کلثوم بیگم دختر سید عبدالحسن خاں عرف مجو نواب صاحب ساکن محلہ ہاتھی خانہ بتاریخ ۱۸ محرم ۱۳۲۳ھ۔ ۱۴ اپریل ۱۹۰۵ء۔"

بشارت حسین کی قبر ۱۳۰۸ھ: نواب یوسف علی خاں کی قبر سے پورب ایک قبر پر معمولی پتھر کی ڈیڑھ فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"بشارت حسین عرف میاں چھوٹو ساکن کوچہ ڈنکا ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۰۸ھ۔"

محمد علی ذاکر کی قبر ۱۳۲۲ھ: بشارت حسین کی قبر کے قریب ایک تختہ قبر پر سنگ موسیٰ کی چودہ انچ لمبی اور چھ انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ کیے ہوئے ہیں:

یا رحیم

چون محمد علی ذاکر آہ   رفت در باغ خلد پیش حسین

گفت تاریخ رحلتش شہرت   آہ افسوس ذاکر حسین

یکم جمادی الثانی ۱۳۱۲ھ

سونار ٹولی میں ڈاکٹر مرزا معشوق علی کی قبر ۱۲۴۶ھ: گور ہٹہ سے کچھ پورب شارع عام سے ایک سڑک تقریباً نصف میل لمبی دکھن کو جاکر محلہ منلپورہ کے راستہ سے مل گئی ہے۔ اس سڑک کے پورب جو محلہ ہے سنار ٹولی کہلاتا ہے۔ اس سڑک کی جنوبی حد کے پاس ڈاکٹر مرزا معشوق علی کا مکان ہے جس کے اندر دکھن پچھم گوشہ میں ڈاکٹر مرزا معشوق علی کی قبر پر سرہانے دو فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی سنگ مرمر کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آہ از جور و جفاے گردوں   نیست قلبے کہ نگشتہ نالاں

ستم تازہ ببیں اے احمد   مومنے خالصے رفتہ زجہاں

محسن ما ہمہ معشوق علی   عاشق آل نبی از دل و جاں

ڈاکٹر بود و شدہ آخر کار   خودؔ بحکم علی الاطلاق رواں

لہ اصل عبارت میں لفظ "خود" نہیں ہے۔ راقم کے خیال میں کاتب کی غلطی سے چھوٹ گیا ہے اسلئے سیاق و مفہوم کے مطابق غلطی کی تلافی کیلئے لفظ "خود" لکھ دینا ضروری معلوم ہوا۔

شب دوشنبہ بد و ساعت ہشت	کہ شدہ آہ در آنے بے جاں
نیست قطعے کہ نگشتہ مغموم	نیست چشمے کہ نہ باشد گریاں
گفت ہاتف پے سال رحلت	دوش معشوق علی شد بجناں

"تاریخ انتقال ڈاکٹر مرزا معشوق علی ۵ ار جمادی الثانی ۱۲۴۶ ہجری

محلہ باغ میر گلابی **شاہ وارث علی کی قبر ۱۲۲۱ھ:** پادری کی حویلی کے سامنے تقریباً تین سو گز سڑک سے دکھن جو محلہ ہے باغ میر گلابی کے نام سے مشہور ہے۔ اس محلہ میں گلی سے دکھن جانب شیخ غلام حیدر عرف منویاں کا مکان ہے۔ جس میں اب ان کے ورثا رہتے ہیں۔ مکان کے اندر مختصر صحن میں ایک پختہ قبر کے سرہانے سنگ موسیٰ کا سترہ ۱۷ انچ چوڑی اور چھتیس ۳۶ انچ لمبی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کل شئ ھالک الا وجھہ۔"

ذاکر و صابر عابد و زاہد	شاہ وارث علیٰ ولی خدا
روز دوشنبہ و دویم ذیقعدہ	کز فنا رفت سوے دار بقا ۱۲۲۱ھ

آخر مصرعہ کے اعداد جوڑنے سے ۱۲۲۲ھ نکلتا ہے۔ لیکن متقدمین کے ہاں تاریخ میں ایک عدد کی کمی بیشی چنداں قابل لحاظ نہیں۔ (اس کتبہ کو نقل کرنے کے بعد ہی راقم مولوی علی رشید صاحب مرحوم سے ملنے گیا۔ جو نواب امداد امام مرحوم کے بھائی ہوتے تھے، وہ فرمانے لگے کہ ایک بار شاہ وارث علی قدس سرہ جن کا مزار دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی میں ہے پٹنہ تشریف لائے اور صبح کو یکایک ہم لوگوں سے کہنے لگے کہ اپنے ہمنام کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کو جاتا ہوں۔ سب لوگ ساتھ ہو لیے وہ یہاں تشریف لائے، اور انھوں نے اور سب نے فاتحہ پڑھی، لیکن یہ راز نہ کھلا کہ حضرت کو اس مزار کا حال اور پتہ کیونکر معلوم ہوا تھا)

اس قبر سے دکھن کچھ فاصلہ پر میر گلابی کی پختہ قبر ہے۔ چبوترہ کے اوپر خوشنما ترشے ہوئے پتھر کے کچھ ٹکڑے پڑے ہوئے ہیں جن سے گمان ہوتا ہے کہ شاید قدیم زمانہ میں اس جگہ کوئی سنگین عمارت ہوگی۔

محلہ شاہ کی املی میں ایک مقبرہ ۱۲۱۲ھ: محلہ کشمیری کوٹھی سے پورب باغ کالو خاں سے دکھن اور لودی کٹرہ سے اتر گویا ان محلوں کے درمیان میں محلہ شاہ کی املی واقع ہے۔ اس محلہ میں ایک قدیم مسجد کے صحن کے احاطہ کے اندر دکھن جانب ایک مقبرہ ہے جو دبیہ سلطان کے خاندان کا مقبرہ کہلاتا ہے۔ ایک چھوٹی چہار دیواری کے مشرقی دیوار میں سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ کتبہ کی لوح بیضوی

شکل کی اٹھارہ انچ لمبی اور چودہ انچ چوڑی ہے۔ چہار دیواری کے اندر تین بڑی قبریں اور کئی بچوں کی قبریں ہیں۔

هوالکریم

بجنت چو شتافت آں نیک تن　　بسال وفاتش شدم راے زن

زحوران شنیدم بہ تعظیم او　　بیا و بیا باغبان علن　　۱۲۱۲ھ

جن لوگوں کے خاندان کا یہ مقبرہ ہے وہ اس کے سامنے پورب جانب رہتے ہیں، ان کا بیان ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ میں یہی پہلے شخص تھے جو کابل سے یہاں آئے اور مرنے پر اس مقبرہ میں دفن کیے گئے۔ اس سے زیادہ حالات معلوم نہیں۔

محلہ کشمیری کوٹھی میں فضل علی کی مسجد ۱۲۵۷ھ : صدر گلی سے جو راستہ داہنی جانب سیدھا دکھن کنگھیا ٹولے تک چلا گیا ہے اس میں نصف راہ طے کرنے پر راستے کے متصل پورب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے بیچ کے در پر سنگ موسیٰ کی سوا فیٹ لمبی اور ایک فیٹ سے کسی قدر زیادہ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرد چو فضل علی سید عالی نسب　　خانہ تقوی درست مسجد عالی ہمم

از مدد مومنیں گرچہ شد آغاز او　　لیک ز فضل علی گشت بنا ش اتم

فکر بتاریخ او کرد چو شاکر ز دل　　گشت ز ہاتف ندا ثانی بیت الحرم

۱۲۵۷ ہجری النبوی صلی اللہ علیہ وسلم

محلہ کنگھیا ٹولے میں چند کتابے ———————

شیخ قادر بخش کی مسجد ۱۲۴۹ھ : فضل علی کی مسجد سے چند سو قدم دکھن جاکر ایک چوراہا ملتا ہے۔ اسی جگہ سے محلہ کنگھیا ٹولہ شروع ہوتا ہے چوراہے سے تخمیناً پچاس قدم پورب راستے کے دکھن جانب ایک مسجد ہے۔ اس کے بیچ در پر باہر کی جانب آٹھ انچ چوڑا اور قریب اسی قدر لمبا معمولی پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے :

" اللہ اکبر۔ مرقومہ بست و یکم ماہ ذی الحجہ ۱۲۴۹ ہجری۔ شیخ قادر بخش۔ "

شیخ غلام یحییٰ حضور کی مسجد ۱۲۰۷ھ : شیخ قادر بخش کی مسجد سے پچاس ساٹھ قدم آگے پورب جاکر ایک گلی اتر جانب کو جاتی ہے۔ اسی گلی میں چند قدم جاکر داہنی جانب دروازے کے اوپر سولہ انچ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے :

"لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ"

درزمان سعید این مسجد — کہ بنا شد ز فضل ربانی

ہاتف غیب سال تاریخش — گفت بیت المقدس ثانی — فی ۱۲۰۷ھ

مسجد کے بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ کی دس انچ لمبی اور تین انچ چوڑی لوح پر یہ عبارت ہے:

"قائل تواریخ غلام یحییٰ بانی مسجد"

اوپر والی لوح کے نیچے ایک اور سنگ سیاہ کی محراب نما ترشی ہوئی لوح پندرہ انچ لانبی اور نو انچ چوڑی لگی ہوئی ہے۔ جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

این عبادتگاہ ابدا باد باد — سال انجام ۱۲۰۷ الہجریہ

مسجد کے محراب کا کتبہ۔ مسجد کے اندر پیش نماز کی جگہ کے سامنے محراب کے اوپر آٹھ انچ مربع سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے: "سجدہ گاہ غلام یحییٰ ۱۱۹۷ھ"

شیخ غلام یحییٰ حضور کی قبر: مسجد کے صحن میں پورب جانب ایک چبوترہ پر دو سنگین قبریں ہیں جن میں سے ایک سنگ مرمر اور دوسری سنگ موسیٰ کی بنی ہوئی ہے۔ پورب جانب جو قبر ہے اس کے سرہانے سنگ موسیٰ کی ایک فیٹ لمبی اور نو انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

پس از من بر سر خاکم چو آئی — دعائے از برائے من نمائی

زبان اہل دل تاثیر دارد — بود شاید ز عصیانم رہائی

اسی قبر کے پاس شیش محل (دولی گھاٹ) کی مسجد کے دو کتبے بھی رکھے ہوئے ہیں چونکہ یہ کتبے شیش محل کی مسجد کے ہیں اسلئے ان کا حال شیش محل کی مسجد کے حالات میں درج کیا گیا ہے۔

(لودی کٹرہ) مراد النساء کی مسجد ۱۲۲۳ھ: یہ مسجد مولوی بدرالحسن صاحب آنریری مجسٹریٹ کے مکان کے سامنے دکھن جانب واقع ہے۔ یہ میرامیر جان کی مسجد بھی کہی جاتی ہے۔ مسجد کے نیچے کٹڑے بنے ہوئے ہیں جس میں دو کانیں ہیں۔ مسجد کے بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ پر یہ عبارت کندہ ہے:

سبحانہ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — جل شانہ

چون مرادالنساء زحق آگاہ — خوش بنا کرد مسجد دلخواہ

یا فتم سال اوز روے مطلب   فاذکروا فیہ دائماً للہ   ۱۲۲۳ھ

لودیکٹرہ میں دوسری مسجد ۱۲۲۳ھ: میر ابوسعید کے مکان سے اتر جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ کی دو فیٹ لمبی اور نو انچ چوڑی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

"افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔ ۱۲۲۳ھ۔ ابوبکر، عمر، عثمان، علی۔"

یہ مسجد مراد النساء کی مسجد سے تین سو قدم کے فاصلہ پر اتر جانب گلی میں واقع ہے۔"

لودیکٹرہ میں ایک مسجد کا کتبہ ۱۲۰۲ھ: محلہ لودی کٹرہ میں تھانہ کے قریب ایک قدیم مسجد ہے۔ فی الحال مرمت نہ ہونے کے سبب اس کے کتبہ کی لوح عمارت سے علیحدہ ہو گئی ہے اور محلہ میں ایک رئیس کے مکان میں رکھدی گئی ہے۔ کتبہ حسب ذیل ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد الرسول اللہ

چوں این مسجد بتائید الٰہی   طفیل شاہ ارزانی بنا یافت

بتاریخ ہمایوں کلک تقدیر   رقم زد کعبہ ثانی بنا یافت   ۱۲۰۲ھ

حکیم احمد حسین کی قبر ۱۱۹۸ھ: متذکرہ بالا مسجد کے قریب پورب جانب ایک احاطہ میں متعدد قبریں ہیں، ان میں اتر جانب والی پختہ قبر پر رتختے میں یہ عبارت کھدی ہوئی ہے۔ بجائے پتھر کے گچ اور چونے میں ہونے کے سبب امتداد زمانہ سے عبارت مٹنے کے قریب ہے:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ کل من علیھا فان ویبقیٰ وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔"

حکیم سید احمد حسین ماہ عید ۱۱۹۸ھ

ایک گنبد کی مسجد یا دوندی بازار کی مسجد ۱۰۶۱ھ: منگل تالاب کے احاطہ کے جنوبی پھاٹک سے دکھن جو محلہ ہے دوندی بازار کے نام سے موسوم ہے۔ اسی محلہ کے اندر ایک گلی سے اتر جانب چھوٹی سی مسجد ہے جو قدیم ہونے کے علاوہ اپنی ساخت کے اعتبار سے بھی قابل ذکر ہے۔ اس کی دیواریں ساڑھے تین فیٹ موٹی ہیں۔ بیچ میں ایک گنبد ہے اور اس کے دونوں جانب دو نصف گنبد ہیں۔ بیچ کا در تو چھ فیٹ بلند ہے۔ لیکن اور دو در صرف چار فیٹ دس انچ بلند ہیں۔ اندر کی وسعت سوا اکیس فیٹ اتر دکھن اور ساڑھے گیارہ فیٹ پورب پچھم ہے۔ بیچ کے در کے اوپر باہر کی جانب سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں۔ باہر کا صحن اس کی وسعت سے دو چند زیادہ وسیع ہے:

ساخت خوشنود انبے خوشنود ئے حق مسجدے کز شرف کرد بیان روبند صحلش را زباں
بہر تاریخ بنائے او خرد گفت از ادب قبلۂ ارباب طاعت کعبۂ اصحاب حال ۱۰۷۱ھ

ایک قبر کا کتبہ ۱۰۵۹ھ: محلہ دوندی بازار سے متصل دکھن جانب محلہ فصاحت کا میدان میں شیخ زجب کی مسجد میں سنگ سیاہ کا ایک کتبہ رکھا ہوا ہے جس کے داہنی طرف کی عبارت مٹ گئی ہے۔ پتھر ایک فٹ لمبا اور دس انچ چوڑا ہے جو کچھ حروف اس میں نکلتے ہیں یہ ہے:

زہجرت یکہزار و پنج و نہ بود کیں غم دل افزود
. . . . سراسر ہمت او سرتا قدم بود
محمد . . . . فانی بملک جاودانی رفت او زود
بجستم از خرد سال وفاتش خرد گفتا کہ تاریخش زغم بود

قائلہ لطف اللہ کتبہ: غریب محی الدین

مسجد کے مہتمم نے بیان کیا کہ انھوں نے بزرگوں سے سنا تھا کہ یہ محمد شاہ عالم نامی کسی شخص کی قبر کا کتبہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ حال معلوم نہیں۔

منگلس ٹینک روڈ کا حال: شایستہ خاں کے کٹرے سے تقریباً دو سو گز پورب چوک کے قریب سے ایک سڑک دکھن کو جاتی ہے جو ریلوے لائن کے قریب ریلوے فیڈر روڈ میں مل گئی ہے۔ فی الحال اس راستہ کو منگلس ٹینک روڈ کہتے ہیں۔

پیارالنسا کی قبر ۱۱۹۹ھ: چوک سے منگلس ٹینک روڈ پر کوئی چار سو گز دکھن جاکر پٹنہ سٹی اسکول کے سامنے پورب اور راستہ کے بائیں جانب ایک گورستان میں چند قبریں نختہ ہیں۔ ان میں بیچ والی قبر پر سرہانے دس انچ لمبی اور سات انچ چوڑی سنگ موسیٰ کی لوح لگی ہوئی ہے۔ جس پر یہ قطعہ تاریخ وفات کندہ ہے:

پیارالنسا بنت نورالنساء سر از آہ برداشت گفتا حسین
بشہر محرم ز دنیا گذشت گل پاک دامن بفردوس رفت "۱۱۹۹ ہجری القدس"

معلوم نہیں اس میں بجائے باپ کے نام کے صاحب قبر کی ماں کا نام کیوں لکھا ہے۔ کتبہ کا پتھر سابق میں غالباً قبر کے سرہانے پائے میں لگا ہوا ہوگا۔ لیکن پائے کے ٹوٹ جانے پر قبر کی سطح پر جمادیا گیا ہے:

منگل تالاب : بنگلس ٹینک روڈ کے پچھم جانب واقع ہے. اس تالاب کی صورت حرف "S" ہے۔ سابق میں یہ جگہ شیخ مٹھا کی گڑھی کہلاتی تھی اور عفونت اور گندگی سے بھری رہتی تھی۔ ۱۸۷۶ء میں اس کو کھود کر تالاب بنا ڈالا اور مسٹر اے۔ سی۔ منگلس A.C. MANGLES جو ۷۷-۱۸۷۱ء تک مجسٹریٹ تھے انھیں کے نام سے موسوم کیا گیا۔

پروفیسر مکرنڈل نے اینشینٹ انڈیا صفحہ ۲۱۲ میں اس کے متعلق حسب ذیل واقعہ لکھا ہے:

" ۱۸۷۶ء کے جاڑے کے موسم میں شیخ مٹھا کی گڑھی میں جو چوک اور پٹنہ سٹی اسٹیشن کے درمیان میں واقع ہے۔ ایک تالاب کھودا جا رہا تھا۔ کیچڑ کی سطح سے نیچے بارہ یا پندرہ فیٹ کھودنے پر اینٹ کی دیوار کی نیو نمودار ہوئی۔ یہ دیوار کھودنے کے مقام سے بہت دور تک چلی گئی تھی۔ غالباً سو گز سے بھی زیادہ لمبی تھی۔ اس کا صحیح اندازہ لگانا ممکن نہیں۔ اسی دیوار کے قریب گویا اس کے برابر میں کاٹھ کے احاطہ کی آڑ کا سلسلہ تھا۔ جس کی مضبوط لکڑیاں کسی قدر اس دیوار کی طرف جھک گئی تھیں۔ ایک جگہ پر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ باہر نکلنے کا راستہ بنا ہوا ہے کیونکہ دو چوبی کھمبے جو بظاہر اس جگہ کی قدیم سطح سے آٹھ نو فیٹ بلند تھے۔ پھاٹک کے کھمبوں کی طرح معلوم ہوتے تھے اور ان کے درمیان میں احاطہ کی آڑ کا بھی کوئی نشان نہ تھا۔

ان کے علاوہ کئی کوئیں اور گڈھے اور ریحیلے اور یہ سب مٹی کے ظروف کے ٹکڑوں سے بھرے ہوئے تھے۔ ان کے نمونے ملاحظہ کرنے پر معلوم ہوا کہ ان کی صورتیں حال میں جس قسم کے برتن مستعمل ہیں ان سے مختلف ہیں۔ ایک کنواں صاف کیا گیا تو اس کا پانی نہایت عمدہ نکلا اور اس کے صاف کرنے میں مٹی کے اندر سے کدال کے آہنی سرے اور ایک بڑے ظرف یا کشتی کے ٹکڑے برآمد ہوئے۔"

اس واقعہ کا حوالہ کرنل ویڈل نے اپنی رپورٹ بابت پاٹلی پتر مطبوعہ ۱۸۹۲ء صفحہ ۱۹ میں بھی دیا ہے۔ لیکن مسٹر بگلر نے جب اس واقعہ کے متعلق تحقیقات کی تو اس کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

ڈاکٹر بکانن ہملٹن نے اپنی رپورٹ ۱۸۱۲ء میں لکھا ہے کہ شہر میں ایک بڑا تالاب بلکہ جھیل ہے جو برسات میں بھر جاتا ہے اور بعد کو جوں جوں خشک ہوتا ہے اس کی کثافت بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ موسم بہار میں سخت ناگوار ہو جاتی ہے۔

مارٹن صاحب کی کتاب ایسٹرن انڈیا جلد ۱ صفحہ ۳۷ میں بھی اس کا اعادہ کیا ہے۔

منگل تالاب کے پچھم دکھن جانب خانقاہ عمادیہ ہے جہاں کتب خانہ میں قلمی کتابوں کا عمدہ ذخیرہ ہے۔

چوک شکار پور کی مسجد ۱۲۸۷ھ: پٹنہ سٹی اسکول سے تقریباً پچاس گز آگے دکھن اور سڑک کے پچھم جانب چوراہے پر ایک چھوٹی مسجد ہے جو مع صحن چونتیس فیٹ لمبی، اور ۲۱ فیٹ سے کچھ زیادہ چوڑی ہے۔ بیچ کے در کے اوپر بیس انچ لمبے سیاہ پتھر پر حسب ذیل عبارت کندہ کی ہوئی ہے:

مسلمانان ہمسایہ ز توفیق خدائے پاک	زنو آراستند ایں مسجد کہنہ شدہ باہم
نہے آراستہ پیراستہ تاریخ آں گفتم	زنو ایں مسجد کہنہ شدہ آراستہ گویم ۱۲۸۷ھ

"کندہ محمد صادق ذاکری۔ سید سلامت علی کار پرداز" یہ مسجد میر سلامت علی کی مسجد بھی کہی جاتی تھی۔

چوک شکار پور کی دوسری مسجد ۱۳۰۲ھ: یہ مسجد پہلی مسجد سے تقریباً دو سو گز آگے دکھن اسی سڑک پر پچھم طرف واقع ہے بیچ کے در کے اوپر پندرہ انچ لمبی اور نو انچ چوڑی کتبہ کی لوح سنگ موسیٰ کی لگی ہوئی ہے جس کی عبارت یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اکبر حسین آنکہ محب پیمبر است	مسجد بنا نمود کہ باعرش ممبر است
شد معبد ملوک و ملائک و جن و انس	روح القدس چتر زدہ از بال شہپر ست
در یکہزار سہ صد و دو ہجرت رسول	در شہر جیٹھ زسر انجام زیور است
فصلی نود و دو فزوں بر دو صد و ہزار	تاریخش اے علیم بیک بیت مضمر است
خوش مسجدے کہ کعبہ دنیا و دیں بود	ایام بگذر بکام کہ ایں بیت اکبر است
۱۲۹۲ فصلی	۱۳۰۲ھ

بفضلہ تعالےٰ مسجد ہذا تعمیر کردہ شیخ اکبر حسین ساکن موضع بڑا ڈیہہ پرگنہ تلاڑہ ضلع پٹنہ بہ شہر رجب مطابق ماہ جیٹھ سنین متذکرہ بالا طیار شد۔ خدا پاک قبول نماید (لفظ تیار کو ط سے لکھا ہے اس لیے ویسا ہی نقل کر دیا)۔

مسجد کے سامنے سڑک کے پورب جانب ایک بلند خام چبوترہ ہے۔ اس پر بھی قبر ہے

محلہ حاجی گنج: خواجہ عنبر کی مسجد سے تخمیناً تین سو گز آگے پورب جا کر سڑک کی ایک شاخ قلعہ کی طرف چلی گئی ہے اور دوسری چرو نٹدیہ کے امام باڑے سے دکھن حاجی گنج کی طرف جاتی ہے۔ اس

راستہ میں پہلے بائیں جانب (سڑک سے پورب) چمرو ٹولیہ کا امام باڑہ ہے۔ اس سے تخمیناً سو قدم آگے بڑھ کر داہنے ہاتھ کو حاجی تاتار کی مسجد ہے۔

حاجی تاتار[1] کی مسجد : مسجد کے احاطہ میں داخل ہوتے پر پہلے ایک وسیع چبوترہ نظر آتا ہے۔ جس کے کنارے پر سیاہ پتھر لگے ہوئے ہیں جن میں نہایت خوشنما پھول ترشے ہوئے ہیں۔ مسجد کے تین در ہیں جو بارہ بارہ فیٹ کے قریب بلند ہیں اور ان میں بھی ویسے ہی پھولدار سیاہ پتھر لگے ہوئے ہیں۔ مسجد کے اندر کا فرش باسٹھ فیٹ لمبا اور ساڑھے پندرہ فیٹ چوڑا ہے۔ پیش نماز کی جگہ کے سامنے سات فیٹ بلند اور چار فیٹ کے قریب چوڑا محراب بنا ہوا ہے جو نہایت خوشنما ترشے ہوئے سیاہ پتھروں سے بنایا گیا ہے بیچ کا گنبد فرش سے بائیس فیٹ سے کچھ زیادہ بلند ہے اور اسکے دونوں جانب بجائے گنبد کے لداو چھت ہے جو محراب کے قاعدہ پر نہایت خوشنمائی ہوئی ہے۔ اس مسجد میں کوئی کتابہ نظر نہیں آتا لیکن اس میں ترشے ہوئے سیاہ پتھر اس قدر کثرت سے لگائے گئے ہیں کہ اتنے پتھر کسی دوسری مسجد میں دیکھنے میں نہیں آتے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ پتھر یقیناً اس مسجد کے لیے نہیں تراشے گئے تھے بلکہ کسی دوسری عمارت سے لیکر لگا دیا گیا ہے۔ اکثر جگہ پتھر بے جوڑ دکھائی دیتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ خوشنما ترشے ہوئے پتھر پاٹلی پتر کے کھنڈروں سے لے گئے ہوں۔ احاطہ کے دروازے کے قریب تین پختہ قبریں بھی ہیں۔ لیکن کوئی کتابہ نہیں۔ معلوم نہیں کس کی قبریں ہیں۔

۱۱۶۴ھ مطابق ۱۷۵۰ء میں سراج الدولہ نے علی وردی خاں سے باغی ہو کر قلعہ عظیم آباد پر قبضہ کرنے کے لیے لالہ جانکی رام نائب صوبہ دار سے اسی مسجد کے سامنے جنگ کی تھی جس میں نثار مہدی خاں وغیرہ مارے گئے۔

منشی کاظم علی کی مسجد ۱۱۴۲ھ : حاجی تاتار کی مسجد سے چند سو قدم آگے دکھن داہنے ہاتھ کو منشی کاظم علی کی مسجد ہے۔ مسجد کی عمارت پچاس فیٹ سے کچھ زیادہ لمبی ہے۔ تین گنبد ہیں جن میں بیچ کا گنبد کمرخی وضع کا ہے۔ بیچ کے در سے کچھ بلندی پر چھبیس انچ لمبا اور ایک فیٹ چوڑا سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے :

" بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ فولوا وجوھکم شطر المسجد الحرام

---

[1] خان بہادر شاد نے "نقش پائدار" حصہ دوم صفحہ ۱۰۰ میں لکھا ہے کہ حاجی تاتار بڑے تاجر تھے۔ ۱۰۰۲ھ میں انھوں نے یہ مسجد بنائی۔ لیکن عمارت کی صورت سے ظاہر ہے کہ یہ عہد مغلیہ کی بنی ہوئی ہے۔ اور غالباً اکبر یا جہانگیر کے زمانہ کی تعمیر ہے۔

کاظم علی کہ دم زند از حب اہل بیت	بانگ بگوش من از سینش سروش زد
چون ساخت مسجدے کہ بود فرق عرش را	بشکستہ فرق کفر بگو خانہ خدا

"۱۲۴۱ یکہزار دو صد و چہل و یک ہجری"

خانہ خدا کے ۱۲۶۱ اعداد سے فرق کفر یعنی کاف کے بیس عدد کا تخرجہ کیا ہے اور ۱۲۴۱ھ مسجد کی تعمیر کی تاریخ نکالی ہے۔

منشی کاظم علی کی قبر کا کتبہ ۱۲۴۸ھ: بانی مسجد کی قبر اتر پورب جانب کونے میں ہے سرہانے بیس اینچ لمبا اور دس اینچ چوڑا معمولی پتھر لگا ہوا جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چو آن منشی نیک کاظم علی خان	کہ در کشور خیر پس گشتہ ناظم
برفت از جہان گفتمش سال رحلت	بوسیلہ والا قدر بہائے کاظم ۱۲۴۸ھ

حاجی منظور علی خان کی مسجد جو کمرخی مسجد بھی کہی جاتی ہے۔ ۱۲۱۷ھ: منشی کاظم علی کی مسجد کے مقابل سڑک سے پورب حاجی منظور علی خاں کی مسجد ہے جو کمرخی مسجد کے نام سے بھی مشہور ہے اس کے بیچ کے در کے اوپر دو فیٹ لمبا اور نو انچ چوڑا سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جس پر نہایت خوش خط نستعلیق میں یہ عبارت کندہ ہے:

"بسمہ وسبحانہ۔ اضعف العباد حاجی منظور علی خان خواجہ سرائے نواب نیر الدولہ بخشی الملک سید ہدایت علی خان بہادر اسد جنگ طباطبائی در سنہ یک ہزار دو صد و ہفدہ ہجری تعمیر این مسجد نمودہ از جمیع المومنین امیدوار دعائے مغفرت است۔" ۱۲۱۷ھ

اس کے تین گنبد ہیں جو کمرخ کی طرح پہل دے کر بنائے گئے ہیں، گنبد فرش مسجد سے سولہ فیٹ بلند ہیں اور اندر سے ان کا قطر نو نو فیٹ ہے۔ کس مپرسی کے سبب یہ مسجد نہایت خراب حالت میں ہے باہر کا چبوترا گر چکا ہے۔ اور جو کچھ باقی ہے نہایت مخدوش حالت میں ہے سڑک کی طرف سے جو راستہ تھا اس کو گھر بنا کر لوگوں نے مسدود کر دیا ہے اب ایک تنگ اور پیچیدہ گلی سے اس کا ایک راستہ رہ گیا ہے۔ نواب ہدایت علی خاں کے خواجہ سرا نے یہ مسجد بنوائی نواب ہیبت جنگ کی صوبہ داری کے زمانہ میں (۱۷۴۲–۶۱)

نائب صوبہ دار عظیم آباد تھے۔ ان کا مفصل حال ہیبت خاں کی صوبہ داری اور صفدر جنگ کے عظیم آباد آنے کے حالات میں درج ہو چکا ہے۔

حاجی گنج کے موڑ سے پٹنہ سیٹی اسٹیشن تک :-

محلہ دول پورہ شیر شاہی مسجد : منظور علی خاں کی مسجد کے پاس سڑک پھر پورب مڑ گئی ہے۔ اسی جگہ سڑک سے دکھن ایک گلی محلہ دھولپورہ کو جاتی ہے چند سو قدم اسی گلی میں دکھن جانے پر محلہ دھولپورہ ملتا ہے۔ شاید شہزادہ عظیم الشان کے زمانہ میں اس کا نام دول پورہ تھا۔ دولت نہ رہی تو نام بھی بگڑ گیا اور افلاس زدوں نے اس کو دھولپورہ مشہور کر دیا۔ بہر کیف اسی گلی میں پورب جانب ایک بڑی عمارت نظر آتی ہے جو شیر شاہی مسجد کے نام سے مشہور ہے، مگر حقیقتاً نہ تو یہ مسجد ہے اور نہ شیر شاہ کی بنوائی ہوئی ہے لیکن مدت مدید سے اس سے مسجد کا کام لیا جاتا ہے۔ کسی تاریخ میں شیر شاہ کا یہاں مسجد تعمیر کرانا مذکور نہیں اور ہر شخص ایک نظر ڈال کر خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ کسی نے اپنے مقبرہ کے لیے یہ عمارت بنوائی تھی پہلے اس میں منبر بھی بنا ہوا نہ تھا بیچ میں ایک مربع دالان ہے اور اس کے چاروں طرف محراب دیکر کسی قدر چھوٹے دالان ہیں۔ پوری عمارت ساٹھ فیٹ مربع ہے (عام مسجدوں کے طور پر اتر دکھن لمبی نہیں) بیچ کے دالان پر ایک بڑا گنبد ہے اور چاروں طرف چار چھوٹے گنبد ہیں یہ عمارت بڑی صنعت اور کاریگری سے بنائی گئی ہے جس سمت سے دیکھیے صرف تین ہی گنبد نظر آئیں گے۔ عمارت مستحکم بنائی گئی تھی لیکن ناتمام رہ گئی۔ اندر کے حصہ میں پلاسٹر کا کام بھی نہ ہوا تھا۔ اب تک اینٹیں کھلی ہوئی نظر آتی ہیں اس عمارت میں کوئی کتابہ نہیں ہے۔ اس کی اینٹیں بیر دریا کی مسجد کی اینٹوں سے مشابہ ہیں۔

محلہ والوں نے بیان کیا کہ ساٹھ ستر برس سے زیادہ ہوئے کہ اس عمارت کے اندر اتر پورب جانب ایک حوض کے طور پر گڑھا پایا گیا تھا جس میں شیشے کے بنے ہوئے گولے تھے حکام وقت ان گولوں کو لے گئے۔ معلوم نہیں اس واقعہ کی کیا اصلیت ہے۔

بہر کیف اس کی قدامت کا اندازہ بعض قبروں کے کتابوں سے ہو سکتا ہے جو اس عمارت کے پاس موجود تھا۔[1]

محمد مراد شہید صوفی کی قبر کا کتبہ ۹۴۹ھ : شیر شاہی مسجد کے چبوترے سے چند قدم پورب اور دکھن چند پختہ قبریں ہیں ان میں سب سے قریب تر جو قبر ہے اس کے سرہانے ایک معمولی قسم کا پتھر پشت پہل ایک فیٹ چھ انچ موٹا اور دو فیٹ لمبا لگا ہوا ہے۔ اس پر یہ عبارت ابھرے ہوئے حروف میں ہے: "محمد مراد شہید صوفی ۹۴۹ھ"۔

---

[1] بہار اوڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ نمبر ۲-۴ جلد ۱۹۔ ۱۹۲۰ء میں شہید کو شہستاہ لکھ دیا ہے۔ راقم نے کتبہ کو پھر دیکھا اور شہید ہی صحیح پایا۔

امتدادِ زمانہ کے سبب حروف کسی قدر مٹ گئے ہیں لیکن خوردبین کی مدد سے راقم نے نام پڑھ لیا۔ البتہ سنہ صاف نہیں پڑھا گیا۔ قیاس سے ۹۴۱ھ معلوم ہوتا ہے۔ حروف سیدھی سطر میں لکھے ہوئے نہیں ہیں، بلکہ جس طرح چین کی زبان میں ایک حرف کے نیچے دوسرا حرف ہوتا ہے، وہی صورت ہے[1] راقم نے بھی اسی طرح نقل کر لیا۔ اسکے آس پاس جو قبریں ہیں، ان پر کوئی کتابہ نہیں ہے۔

ظریف الملک اشرف علی خان فغان کی قبر کا کتابہ ۱۱۸۶ھ: شیر شاہی مسجد[2] کے متصل اتر جانب گورستان میں ایک تختہ قبر پر سیاہ پتھر[3] لگا ہوا ہے، جس پر یہ اشعار[4] کندہ ہیں:

هوالرب الرحیم

کوکہ خان آن بہار باغ سخن — سوئے خلد بریں ز دنیا رفت

کرد مفتون چو فکر تاریخش — گفت ہاتف سرور دلہا رفت — ۱۱۸۶ھ

یہ قبر اشرف علی خان المتخلص بہ فغان ابن مرزا علی خان کی ہے۔ یہ احمد شاہ بادشاہ دہلی کا کوکہ (برادر رضاعی) اور اپنے زمانے کا نامی شاعر اور استاد گذرا ہے۔ بادشاہ نے ظریف الملک کا خطاب دیا تھا۔ قطعہ تاریخ وفات غالباً حکیم ابوالحسن مفتون کا کہا ہوا ہے۔ کتبہ کے حروف اس قدر خوش خط ہیں کہ ان کو خط نستعلیق کا اعلیٰ نمونہ کہنا چاہیے۔

مرزا عزیز کی قبر ۱۲۲۲ھ: کوکہ خان کی قبر کے پاس دوسری قبر پر بھی سیاہ پتھر پر یہ قطعہ تاریخ وفات کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوں شد مرزا عزیز از امر تقدیر — مقامات عدم را جادہ پیما

برآمد از زبان خامہ تاریخ — عزیزم رفت آہ از مصر دنیا — ۱۲۲۲ھ

شیخ عنایت حسین ذاکر امام کی قبر ۱۲۴۹ھ: کوکہ خان کی قبر سے دکھن چند گز کے فاصلہ پر ایک پختہ قبر کے سرہانے معمولی قسم کا پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ قطعہ تاریخ وفات کندہ ہے:

شیخ عنایت حسین کز خلقش — طبع احباب زندگی می برد

نو گل گلشن حیاتش حیف — از دم صرصر اجل پژمرد

نوحہ خوانے بدازکماں ولا — شیر کی جز غم حسین نخورد

جُست چوں سال فوت او فریاد — گفتمش ذاکر امام بمرد — ۱۲۴۹ھ

---

[1] ذیل پورہ میں جیسے عام طور پر دھول پورا کہا جاتا ہے۔ [2] جس عمارت کو شیر شاہی مسجد کہتے ہیں، اس کے متعلق یہ عرض کر دینا بے محل نہ ہوگا کہ اس کی ساخت اور مسجد بالکل جداگانہ ہے۔ مسجدیں عموماً اتر دکھن لمبی ہوتی ہیں لیکن اس کا فرش مربع اور مقبرے کے طرز پر ہے۔ درمیان میں ایک بڑا گنبد اور چاروں کونوں پر چار چھوٹے گنبد اس صنعت سے بنے ہوئے ہیں کہ جس سمت سے دیکھیے تین ہی گنبد نظر آتے ہیں۔ کسی قدیم کتاب سے اس کا شیر شاہ سے تعلق ثابت نہیں۔ راقم کی رائے میں یہ عمارت مقبرے کیلیے بنی تھی، بعد کو اس سے مسجد کا مصرف لیا گیا۔ ۱۹۳۴ء کے زلزلے میں اسے بہت نقصان پہنچا ہے۔ [3] سنگ موسیٰ [4] خوش خط نستعلیق میں۔

مسماۃ نصیبن کی قبر ۱۲۸۶ھ: کوکہ خان کی قبر سے چند گز پچھم ایک پختہ قبر کے سرہانے سیاہ پتھر لگا ہوا ہے۔ اس کے دونوں جانب دو تاریخی قطعات کندہ ہیں جو شاد عظیم آبادی کے کہے ہوئے ہیں:

هوالاحد

غفرها

۱۲۸۶

انّ المیتة فی جنّت النعیم

۱۲۸۶

الاشاد ابصر زمانا وحاله	لقدمات جمّ غفیرٌ حبیباً
وفی رحلةٍ ذات هذا المزار	فوادی کئیبٌ حزیناً شکیباً
لتاریخها زاد تسعه وعشرون	فصارت الی الحق نصیباً نصیباً

پتھر کی پشت پر یہ عبارت ہے: "هوالباقی۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔"

ببین کہ صاحب ایں قبر بی نصیبن نام	بہ عین فصل جوانی ز دار محنت رفت
گذشتہ بود فقط سیزدہ ز ماہ صفر	کہ روح از تن گلگون او چو نکہت رفت
چو خواستم کہ نویسم سن وفاتش شاد	ہمیں رسید ندا مومنہ بہ جنت رفت ۱۲۸۶ فصلی

حسینی بیگم کی مسجد ۱۲۴۲ھ: شیر شاہی مسجد سے کوئی سو قدم آگے دکھن گلی سے پورب جانب حسینی بیگم کا امام باڑہ تھا جس کی بنیاد کا کسی قدر نشان باقی ہے۔ اسی سے متصل حسینی بیگم کی مسجد ہے یہ بھی اچھی حالت میں نہیں ہے۔ مسجد چھوٹی ہے لیکن بلند ہے بیچ کے در پر کتابہ ہے جس کی عبارت یہ ہے:

بہ حسن طینت و صدق صفات کرد بنا	حسینی بیگم ذی رتبہ یک عبادت گاہ
ندا رسید ز ہاتف بہ گوشِ ہر مومن	ز دل نماز کن اینجا کہ ہست بیت اللہ ۱۲۴۲ھ

قبر سید اقبال علی رضوی بن سید حیدر علی رضوی المعروف بہ شاہ جمال حسین ۱۲۲۹ھ:

حسینی بیگم کی مسجد سے پچاس ساٹھ قدم دکھن جا کر راستہ سے پورب چند پختہ قبریں ہیں، ان میں سے دو قبروں پر کتابے لگے ہوئے ہیں۔ بعض قبروں پر دیوار اٹھا کر لوگوں نے مکان بنوا لیے ہیں۔ سید اقبال علی کی قبر کے کتابہ کی عبارت یہ ہے:

هوالکریم

"الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیهم ولا هم یحزنون۔ سید اقبال علی بن حیدر علی رضوی المعروف بہ شاہ جمال حسین اعلی اللہ درجاتہ[1] ... پیکر استعدادش بزیور عقل و فطانت آراستہ و نہال قابلیت

---

[1] اس کتبہ میں جو الفاظ چھوٹ گئے ہیں، تھوڑی محنت سے پڑھے جا سکتے ہیں، لیکن قبر کے ارد گرد مکانوں میں پردہ نشیں عورتیں رہتی ہیں وہاں پر زیادہ دیر ٹھہرنا ان کی تکلیف کا باعث تھا اس لیے راقم زیادہ وقت صرف نہ کر سکا۔

قابلیتش زجویبار جودت و ذکاوت بر خاستہ جواہر زواہر حقایق و معارف الہیہ نفیسہ را معدن و دفائر علوم مسوعہ و سیر المخزن ۔ تقریرش ناخن گرہ کشائی مقاصد علوم و تحریرش سلسلہ پائے وحشیان غوامض مفہوم از بدو طلوع صبح سور . . . . . بعور جامع حسنات دینی و دنیوی . . . . کمالات صوری و معنوی بر سپہر خصائل کو کبے بود تابندہ و بر فلک دودمان خود بدریے بود رونق افزائے مفاخر گذشتہ و آئندہ . . . لہاد . . . . غربا و متر ددین و مشفق و معین فقراء و مساکین مومنین بود در سن عنفوان جوانی و ریعان گلبن زندگانی کہ قدم در خطوارہ سی و سیم بیکسر نہادہ بود بمرض تپ محرقہ صفراوی ازین عبر تکدہ ناپائیدار بجوار ائمہ اطہار انتقال نمود۔

اسکنہ اللہ تعالےٰ فی اعلی علیین و سقاہ من کاس المقربین واجعل حشرہ مع محمد و الہ الطاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین "

قطعہ منظومہ در تاریخ وفات :

سید محترم جمال حسین	رخت ہستی چو سوئے عقبیٰ برد
گل عمرش بہ بوستان کمال	حیف بشگفتہ غنچہ سان پژمرد
زندۂ عشق ید نمرداست او	از فراقش دلِ احبامرد
فکر کردم چو سال تاریخش	سینہ نالید و دل زغم افسرد
گشت مصداق حالش این مصرع	جان شیرین بوصل یار سپرد ۱۲۲۹ھ

فیض نسا بیگم کی قبر ۱۲۶۷ھ : سید اقبال علی کی قبر کے پاس ہی پورب جانب فیض نساء بیگم کی قبر پر بھی سیاہ پتھر پر خوش خط نستعلیق حروف میں یہ قطعہ وفات کندہ ہے :

حیف از فیض نسا بیگم حیف	کہ اجل در تہ خاکش بنہفت
صوری و معنویش سال شفا	مہ ذی القعدہ زآن چارم گفت ۱۲۶۷ھ

ڈھائی کنگرہ کی مسجد ۱۰۷۲ھ (تخمیناً ۱۶۶۰ء) : سید اقبال علی اور فیض نساء بیگم کی قبروں سے چند قدم دکھن راستہ کے پچھم جانب ڈھائی کنگرہ کی مسجد ہے ۔ بیچ کے محراب کے اوپر منڈیر پر سیاہ پتھر کی دو پوری اور ایک نصف لوح کھڑی کردی ہے ۔ مسجد کے اندر کا فرش اٹھارہ فیٹ لمبا اور آٹھ فیٹ چوڑا ہے ۔ پیش نماز کی جگہ کے سامنے محراب پر تین فیٹ لمبے محراب پر سنہرے حاشیہ

کے اندر حدیث کی عبارت نہایت خوش خط اور خوشنما نظر آتی ہے۔ مسجد کے تین در ہیں اور باہر چبوترہ بھی ہے جو راستہ سے ایک گز کے قریب بلند ہے۔ اس چبوترے پر لوہے کی چادروں کا ایک سائبان حال میں بنا دیا گیا ہے۔ بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ کی چودہ انچ لمبی اور سات انچ چوڑی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں :

ساخت مسجد مرزا نوری آنچنان — وصف او شد در جہان افسانۂ
قدسیان شاد ند از تاریخ آن — بہر ایزد چون بنا شد خانۂ

سنہ ہزار و ہفتاد و دو — ۱۰۷۲ھ

خان بہادر شاد نے تاریخ صوبہ بہار میں لکھا ہے کہ یہ مسجد نور باف کی بنائی ہوئی بابر شاہ کے پہلے کی ہے مولف موصوف نے صریحاً غلط بیانی کی ہے اور تاریخ کی ناواقفیت سے ایسا لکھ دیا ہے۔ یہ بابر شاہ کے بعد کی عمارت ہے کیونکہ بابر شاہ کا زمانہ ۹۲۷ھ کے قریب ہے اور مرزا نوری کو نور باف لکھ دیا ہے وہ بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا۔

ڈھائی کنگرہ کی مسجد کا دوسرا کتابہ ۱۲۷۲ھ : ۱۲۷۲ھ میں اس مسجد کی تجدید بنا ہوئی ڈھائی کنگرہ کی لوح کے نیچے ایک اور پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے :

ان المساجد للہ فلا تدعوا مع اللہ احدا۔ اجتمع المومنون تجدید البنا۔ ۱۲۲۷ھ

یہ کتابہ سائبان کے اندر ہونے کے سبب گلی سے نظر نہیں آتا۔ راقم نے سیڑھی لگا کر پتھر کو صاف کرایا تب پڑھا گیا۔

سید محمد صاحب سلمہ (وکیل) نے بہار واڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے پرچہ نمبر ۳ و نمبر ۴ جلد ۱۶، ۱۹۲۰ء اس کو دھولپورہ کی مسجد کا کتابہ لکھا ہے لیکن یہ ڈھائی کنگرہ ہی کی مسجد کا دوسرا کتابہ ہے۔ محلہ دھولپورہ ہی میں یہ مسجد بھی ہے لیکن یہ کسی اور مسجد کا کتابہ نہیں ہے۔

مقبرہ سعادت خاں (کچی باغ) : ڈھائی کنگرے کی مسجد سے کوئی پچاس قدم آگے دکھن راستہ سے پچھم جانب ایک پرانا مقبرہ ہے جو سعادت خاں کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے صاحب مزار برہان الملک سعادت خاں بانی شہر فیض آباد کے پدر تھے۔ ان کا اصلی نام محمد نصیر (نیشاپوری) تھا۔ سابق میں اسی مقبرہ سے متصل ایک باغ بھی تھا۔ جس کی چہار دیواری خام ہونے کے سبب یہ جگہ کچی باغ کے نام سے مشہور ہو گئی۔ شاید یہاں ایک امام باڑہ بھی تھا جس کا اب کوئی نشان نہیں ملتا۔

مقبرہ ایک احاطہ کے اندر ہے جو تیس فیٹ کے قریب لمبا اور بارہ فیٹ چوڑا ہے۔ پورب اور پچھم

کی دیواروں میں گیارہ گیارہ محراب اور اتر اور دکھن تین محراب ہیں جن میں نہایت خوشنما جالیاں لگی ہوئی ہیں اگرچہ پتھر معمولی قسم کے لگے ہوئے ہیں، لیکن جالیاں صنعت سے خالی نہیں۔ پورب طرف کی دیوار کے بیچ میں بجائے جالی کے پتھر میں نہایت خوشنما گلدستہ ترشا ہوا ہے جو قابل دید ہے اس احاطہ کے اندر چند قبریں ہیں لیکن کوئی کتبہ نہ ہونے کے سبب معلوم نہیں ہوتا کہ کون قبر کس کی ہے۔

۱۱۵۵ھ میں مرہٹوں کے نرغے کے وقت محمد شاہ بادشاہ نے نواب ابوالمنصور صفدر جنگ صوبہ دار اودھ کو نواب علی وردی خاں کی کمک کے لیے عظیم آباد بھیجا تھا۔ اثنا رقیام عظیم آباد میں صفدر جنگ اس جگہ اپنے جد مادری کے مزار پر فاتحہ خوانی کو تشریف لائے تھے جو سیر المتاخرین میں بھی مذکور ہے۔ بعد کو ایک بزرگ ملا محمد حسین وارد عظیم آباد ہوئے تو اسی جگہ قیام کر کے کسی دوست کے ذریعہ سے گورکھپوری چوب ساکھو کی تجارت شروع کی تھی۔ راجہ رام نرائن نے ایک مکان بنوانے کے لیے سب لکڑیاں خرید لیں۔ لیکن قیمت طلب کرنے پر کچھ جھگڑے نکلے۔ سید صاحب موصوف سخت آزردہ ہوئے اور سرمایہ نہ رہنے کے سبب سخت افلاس میں مبتلا ہوئے۔ پھر میر قاسم نے نواب ناظم ہوتے پر ان کی کفالت کی۔ چند سال بعد سید موصوف نے رحلت کی اور اُسی مقبرہ میں مدفون ہوئے۔ ان کے بعد ان کے شاگرد رفیق اخوند ابوالقاسم نے جو اس جگہ کے مجاور بھی تھے۔ ۱۱۹۲ھ میں انتقال کیا اور ان کے پہلو میں دفن ہوئے۔

مقبرہ کے پچھم اور دکھن جو زمینیں ہیں ان میں فی الحال کوبی کی کاشت ہوتی ہے اور اتر پچھم جانب میونسپلٹی نے کوڑے اور غلیظ کی گاڑیوں کے لیے جھوپڑے بنوا لیے ہیں۔ مقبرہ کے متصل اتر جانب ایک پرانا گورستان ہے۔ اس میں پورب طرف راستہ کے قریب ایک بڑا پختہ کنواں ہے جو اب کوڑے سے اَٹ گیا ہے۔ اس گورستان میں متعدد پختہ قبریں ہیں لیکن کتبہ کسی پر نہیں صرف ایک زنانی قبر کے پتھر پر بھدے حروف میں مندرجہ ذیل اشعار کندہ کیے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ قبر ۲۶ رمضان ۱۲۳۶ھ کی بنی ہوئی ہے:

روز شنبہ چھبیس تھی تاریخ	تھا مہینہ بھی صیام کا اچھا
اور ہجری تھی تیرہ سو چھتیس	روز روشن تھا بارہ بجتا تھا
ہو گیا انتقال چھوٹی کا	گھر بنا باغ خلد میں اس کا

محلہ والوں نے بیان کیا کہ کسی معشوق کی قبر ہے جس کے نامراد عاشقوں نے یہ لوح لگائی ہے۔ چونکہ اس نامی مقبرہ میں پہلا کتبہ بھی لگایا گیا ہے۔ اس لیے اس کا ذکر کر دیا گیا۔

کمینداں کی مسجد ۱۲۱۱ھ : سعادت خاں کے مقبرہ کے قریب ہی سے راستہ پورب جانب مڑگیا ہے۔ مقبرہ سے پچاس ساٹھ قدم آگے پورب ایک مسجد غیر آباد ہے۔ مسجد کچھ عرصہ سے بے مرمتی کی حالت میں ہے۔ اور اس کے متعلق کچھ مکانات بھی تھے جو اب گرے پڑے نظر آتے ہیں۔ مسجد کے بیچ والے در کے اوپر پتھر پر یہ اشعار کندہ ہیں :

چوں مدار المہام خانہ دیں | میر عالی لقب مدار الہ
مسجد نو ز اعتقاد آراست | سال تاریخ شد ضرور آنگاہ
از سر زید گفت ہاتف غیب | شدہ موسوم کعبۂ دلخواہ

در عہد شاہ عالم بادشاہ۔ ۱۲۱۱ھ

مسجد کے اندر بھی ایک پتھر کا کتبہ ہے، جس پر یہ عبارت کندہ ہے :

"افضل الکلمۃ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ۱۲۱۱ھ

کمینداں کی مسجد سے چند سو فیٹ آگے دکھن جاکر یہ گلی پٹنہ سٹی اسٹیشن کے پاس ریلوے فیڈر روڈ میں مل گئی ہے۔

میر اشرف کی مسجد ۱۱۸۷ھ : چوک شکارپور کے چوراہے سے جو راستہ پورب کو جاتا ہے، اس میں کوئی ڈیڑھ سو قدم پورب جاکر بائیں جانب نور الدین شاہ کی قبر ہے، اور اس کے سامنے دکھن جانب میر اشرف کی مسجد اور مقبرہ ہے۔ اُس کا پھاٹک نصف گنبد کی وضع کا بنا ہوا ہے، اور طرز تعمیر کے لحاظ سے عہد مغلیہ کے آخری دور کے طرز عمارت کی یادگار ہے۔ اندر داخل ہونے پر اول صحن میں ایک ہشت پہل وضع کا حوض ملتا ہے۔ جس کا قطر پچاس فیٹ کے قریب ہے۔ بیچ میں فوارہ بھی تھا جس کا نشان باقی رہ گیا ہے۔ اس کے سامنے پچھم جانب اینٹ اور چونے کی بنی ہوئی نہایت خوشنما مسجد ہے۔ تین گنبدوں کے علاوہ منڈیر بھی نہایت خوشنما بنی ہوئی ہے۔ مسجد کی اندرونی دیوار کی وسعت پچاس فیٹ کے قریب لمبی اور سولہ فیٹ چوڑی ہے جس میں مُصلّوں کو سفال کے کام سے پیراستہ کیا ہے۔ اس کام کے اعتبار سے یہ مسجد اس صوبہ میں اپنے طرز کی ایک ہی نظر آتی ہے۔ سفال کا کام خاص عظیم آباد کی صنعت تھی۔ اینٹوں یا مٹی کے ظروف پر ایسا رنگ و روغن چڑھاتے تھے کہ آگ میں ڈالنے سے بھی خراب نہ ہوتے تھے۔ اس مسجد کے مُصلّے امتدادِ زمانہ سے خراب ہونے پر بھی اپنے رنگ و روغن کا پتہ دیتے ہیں۔ گنبد کے نیچے خوشنما نگین پھول بوٹے بنے ہوئے ہیں۔ پیش نماز کی جگہ کے سامنے نہایت خوشخط حروف میں "لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ" اور خلفائے راشدین

کے نام ہیں۔ بیچ والے در کے اوپر باہر کی جانب تقریباً دو فیٹ لمبی اور ایک فیٹ چوڑی پتھر کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں :

چوں بعہد نجستہ حامی دیں | شاہِ عالم بہادر باداد
مسجدے ہمچو کعبۂ اشرف | معدن فیض خوش شدہ بنیاد
یاالٰہی بہ بانیش رحمت | کن کہ باعث شدہ بخیر معاد

بانگ تاریخ گفت ہاتف غیب

تاجہاں اشرف المساجد باد ۱۱۸۷ھ

مسجد کے اتر کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں اور اس کے متصل ایک پختہ کنواں ہے جس کا قطر آٹھ فیٹ ہے۔ کنوئیں کا پانی منڈیر پر لے جاکر پھر نیچے حوض کے فوارے میں پہنچانے کے لئے نالیاں بنی ہوئی ہیں جن کا نشان اب تک باقی ہے۔ صحن مسجد میں اور حوض کے گرد جو اینٹیں ہیں اٹھارہ انچ لمبی، نو انچ چوڑی اور تین انچ کے قریب موٹی غیر معمولی ناپ کی ہیں۔

مسماۃ فاطمہ کی قبر ۱۱۸۹ھ : صحنِ مسجد کا حوض جس کا ذکر اوپر گذر چکا ہے اُس کے دکھن اور پورب جانب چبوترے پر متعدد قبریں ہیں۔ اُن میں سے ایک قبر کے سرہانے سنگ موسیٰ کی بیس انچ لانبی اور ساڑھے آٹھ انچ چوڑی لوح پر یہ کتبہ ہے :

" لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہ۔ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔ سبحان الملک الحیّ الذی لاینام وَلَایموت یَامَلَائِکَتِی لقد استحییت عَبْدِیْ لیس لہ غیری فقد غفرت۔"

تاریخ عرش جائے۔ رضواں بگوش جانم | گفتا کہ والفاطمہ فی جنت الماوا
۱۱۸۹ھ

میر افضل کا مقبرہ ۱۱۸۳ھ : متذکرہ بالا حوض کے پاس پورب جانب چند نامعلوم لوگوں کی پختہ قبریں ہیں۔ اور اُس کے پورب ایک احاطہ میں چند قبریں ہیں۔ دو قبروں کے تعویذ میں کنارے پر سفال کے کام کی کارنس کی وضع کی ترشی ہوئی اینٹیں لگی ہوئی ہیں۔ یہ میر افضل اور ان کے بیٹے میر اشرف کی قبریں ہیں احاطہ کی دیوار میں دکھن جانب ایک دروازہ ہے۔ اُس کے محراب میں باہر کی جانب سنگ موسیٰ کی بائیس انچ لمبی اور ساڑھے نو انچ چوڑی لوح میں یہ کتبہ ہے :

" ھواللّٰہ اکبر جلّ جلالہ وعم نوالہ وعظم شَانَہٗ وَاَعْلٰی برھانہ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرلِی للمومنین والمومنات

والمسلمین والمسلمات یا مجیب الدعوات۔"

در جنت کشادہ رضوان گفت	میر افضل بیا کہ منتظرم
	۱۱۸۴ھ

میر اشرف کی وفات کا قطعہ تاریخ ۱۱۸۹ھ:

چو افضل نسب سید نامور	بہ دار البقا شد ز ملک عدم	
چو گل پیرہن چاک رضوان گفت	بیا میر اشرف میان ارم	۱۱۸۹ھ

سیر المتاخرین جلد ۲ صفحہ ۲۵۹ میں مذکور ہے کہ میر رستم علی جو ایک مستغنی گوشہ نشین فقیر اور میر افضل کے پیر و مرشد تھے۔ راجہ رام نرائن کی صوبہ داری کے زمانہ میں فوت ہوئے (یعنی ۱۱۶۶ھ اور ۱۱۷۵ھ کے درمیان) اور میر افضل نے حسنِ عقیدت سے اپنی زمین میں مدفون کیا اور خود بھی بعد انتقال وہیں مدفون ہوئے۔

محلہ لال املی میں میر فرحت حسین کی مسجد ۱۲۹۲ھ:

میر اشرف کی مسجد اور مقبرہ سے چند سو قدم پورب راستہ سے دکھن جانب (محلہ لال املی میں) میر عنایت حسین صاحب امداد کے مکان و امام باڑہ سے متصل ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو صحن کے دکھن پچھم کونے میں واقع ہے۔ مسجد کے بیچ کے در کے اوپر سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

حاجی۔ زائر۔ سید۔ سرور	بیت حق شد از وے قائم	
پس ہاتف تاریخش گفتا	اسمش فرحت بخش دلہا	
بیتش در فردوس لعلےٰ	هٰذَا الْبَيْتُ لِلّٰهِ حَقًّا	۱۲۹۲ھ

افضل راج کی مسجد:

متذکرہ بالا مسجد سے چند سو قدم کے فاصلے پر اتر جانب راستے سے لگی ہوئی ایک معمولی مسجد ہے جس میں بیچ کے در کے اوپر باہر جانب سیاہ پتھر کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں:

اللہ	زہے افضل حسین نیک معمار	کز او این مسجد عالی مقام است
محمد	رقم کردیم شہرت سال تعمیر	کہ زیبا مسجد بیت الحرام است ۱۲۰۵ھ

شاہ منصور کی قبر:

پٹنہ سٹی اسٹیشن کی عمارت کے آگے پورب ایک بلند ٹیلہ ہے جو معروف گنج کے ٹیلے کا جواب ہے۔ اس پر شاہ منصور کی قبر ہے۔ قبر پر کوئی کتبہ نہیں لیکن اس کی چہار دیواری کے شمالی در کے اوپر ایک سیاہ پتھر ساڑھے سترہ انچ لمبا اور دس انچ چوڑا لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"تعمیر چار دیواری و نردبان درگاہ حضرت منصور قدس سرہ العزیز بہ یمن ایزدمنان شیخ میاں جان پسر شیخ خضر ساکن محلہ نخاص متصلات شہر پٹنہ بتاریخ بست ہشتم ماہِ ذیقعدہ ۱۲۵۰ھ۔"

اس کے نیچے ہندی میں بھی یہ عبارت کندہ ہے:

" शेख- मियाँ जान- शेहदार- श्री: मन्सूरा- बनाइ दिया
- सन १२५० साल- मा: ११- मास शाबान को -

سیڑھی کے پورب جانب دو مستحکم قبریں پتھر کی بنی ہوئی ہیں۔ پتھر میں پھول بھی ترشے ہوئے ہیں۔ ایک قبر پر صرف (۸۶ ،) کندہ ہے۔ اس کے پورب جانب ایک چھوٹی سی پختہ مسجد بھی ہے لیکن اس میں کوئی کتبہ نہیں ہے۔

کرنل ویڈل اپنی رپورٹ (بابت پاٹلی پتر) صفحہ ۱۷ میں لکھتے ہیں کہ مجھ کو پاٹلی پتر کے دکھن پورب تمام زمینیں ملاحظہ کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ پٹنہ سٹی اسٹیشن کے قریب ریلوے لائن بلند کہنہ ٹاٹیلوں کے پاس سے گذرتی ہے جس کو پورے طور پر تحقیق کرنا چاہیے۔

بہ ظاہر اس سے دو ٹھنیاں مراد ہیں، جن میں ایک تو یہی شاہ منصور والی ٹھنی ہے اور دوسری ٹھنی کاٹھ کا پل اور اگم کنواں کے درمیان میں ہے۔

محلہ بیگم پور: **نواب ہیبت جنگ کا مقبرہ ۱۷۴۸ء:** پٹنہ سٹی ریلوے اسٹیشن سے کوئی دو سو گز دکھن اور کسی قدر پچھم ایک بڑا احاطہ تقریباً سو گز لمبا اور اس سے کچھ ہی کم چوڑا ہے۔ احاطہ کی شمالی دیوار میں ایک خوشنما مغلیہ طرزِ تعمیر کا پھاٹک بنا ہوا ہے۔ جس کے اوپر ایک بڑا گنبد اور دونوں جانب دو چھوٹے گنبد ہیں اور سنگ موسیٰ کی برجیاں بنی ہوئی ہیں۔ یہ پھاٹک سرزمین سے ایک گز کی بلندی پر ہے۔ اندر سے دونوں جانب سیڑھیاں ہیں جن پر چڑھ کر ایک چھوٹے کمرہ میں پہونچ جاتے ہیں جس کے دونوں جانب جھروکے نما کھڑکیاں ہیں جو غالباً نگرانی یا تیر و تفنگ چلانے کے خیال سے بنائی گئی تھیں۔ پھاٹک کے سامنے دکھن میدان میں تیس فیٹ مربع سنگین چبوترہ بنا ہوا ہے جو چار فیٹ بلند ہے اس چبوترے کے اوپر دس فیٹ کا ایک اور چبوترہ ہے۔ جس کے چاروں طرف نہایت نفیس جالیدار ترشے ہوئے پتھروں کا احاطہ ہے۔ ہر لوح میں نئی وضع کی جالی ترشی ہوئی ہے جو پانچ فیٹ اونچی اور گز بھر

چوڑی ہے۔ چاروں کونوں پر سات سات فیٹ لمبے سیاہ پتھر کے تراشے ہوئے کلس دار پائے ہیں۔
اسی احاطہ کے اندر سنگ موسیٰ اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی قبر ہے جس کے سرہانے ایک سنگین طاقچہ بنا
ہوا ہے۔ یہی قبر نواب زین الدین احمد خاں ہیبت جنگ صوبہ دار بہار و عظیم آباد پٹنہ کی ہے۔

قبر پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ اس چبوترے سے دکھن و پچھم اور بھی سنگین قبریں ہیں،
لیکن کتبہ کسی قبر پر نہیں ہے۔ ۱۷۵۰ء میں نواب سراج الدولہ کو نشاد مہدی خاں
چند رفقا کے ساتھ اسی جگہ گھوڑے پر سوار کر کے قلعہ عظیم آباد پر قبضہ
کرنے کو لے گئے تھے۔

مقبرے پچھم ایک خوشنما مسجد ہے جو پچاس فیٹ لمبی اور بیس فیٹ چوڑی ہے۔ اس کے
تین گنبد ہیں جو پچیس فیٹ بلند ہیں۔ اوپر سنگ موسیٰ کے کلس بھی چڑھے ہوئے ہیں اور اُن کے علاوہ
سنگ موسیٰ کی برجیاں بھی ہیں۔ صحن مسجد میں بیس فیٹ لمبا اور پندرہ فیٹ چوڑا ایک حوض بھی بنا
ہوا ہے جسکے فوارے کا نشان اب تک باقی ہے حوض کے کنارے پورب جانب نہایت صنعت سے پتھر میں
جوف چھوڑ دیا ہے اور اُس کے نیچے سنگ موسیٰ کی ایک بڑی لوح اس طور پر لگائی ہے کہ حوض کا پانی
اس لوح پر قدرتی جھرنے کی طرح بہتا رہے۔ اس لوح کو بھی نہایت صنعت سے تراشا ہے۔ تمام عمارت بیمرمت
رہنے کے سبب نہایت خراب حالت میں ہے۔

افضل حسین کی قبر ۱۹۲۶ء: ہیبت جنگ کی قبر سے تقریباً پچاس قدم پورب جانب چند
قبریں ہیں۔ ان میں سے ایک نئی قبر پر سنگ مرمر کا کتبہ لگا ہوا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

"آرام گاہ افضل حسین ابن احمد حسین بعارضہ سل بہ عمر اٹھارہ سال بتاریخ ۱۷ر
جولائی ۱۹۲۶ء قضا کی۔ تاریخ پیدائش ۲۲ر مارچ ۱۹۰۸ء۔

مصرعہ: ایں ماتم سخت است کہ گویند جواں مرد۔"

چونکہ اس وسیع احاطہ میں یہی ایک کتبہ ہے۔ اس لیے نقل کر دیا گیا کہ آئندہ شناخت
میں آسانی ہو۔

حاجی علی بخش کی مسجد ۱۳۲۲ھ: ہیبت جنگ کے مقبرہ سے کوئی سو سوا سو گز پورب
جانب بستی میں راستہ سے لگی ہوئی پچھم جانب ایک چھوٹی سی مسجد ہے۔ جس کے بیچ کے در کے اوپر سولہ انچ

لمبی اور چودہ انچ چوڑی سنگ مرمر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حاجی نیک خو کہ علی بخش نام اوست — دیندار و حق شناس و حق آگاہ و بے ریا

تعمیر کرد مسجد تو اندر ایں مقام — بنمود بہر طاعت معبود خوش بنا

دائم نگاہ دار الٰہی ز فضل خویش — آمین بود ز خلق جہاں و ز من دعا

پرسید شاد چوں سن تعمیر از خرد — ہاتف جواب داد کہ ایں خانہ خدا ۱۲۱۴ھ

راقم نے اس محلہ میں اِدھر اُدھر پھر کر دیکھا تو ہیبت جنگ کے مقبرہ سے اتر پچھم اینٹوں کی بنی ہوئی ایک وسیع نیو دیکھنے میں آئی جس سے گمان ہوتا ہے کہ یا تو بودھ دھرم والوں کی کسی عمارت کی نیو ہے یا قلعہ کی فصیل کی نیو ہے۔

کلثوم النساء کی مسجد ۱۲۷۰ھ: کمرخی مسجد سے تخمیناً سو قدم کے اندر ہی سڑک سے لگی ہوئی بیالیس فیٹ لمبی ایک پرانی مسجد ہے جس کو بعض لوگ میر احمد حسین کی مسجد اور بعض مریم بیگم کی مسجد کہتے ہیں۔ اس پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ اس مسجد سے اور سو قدم پورب سڑک سے دکھن کلثوم النساء کی مسجد ہے۔ اس کے اندر کی وسعت (۱۰×۱۷) فیٹ ہے، اور باہر اسی کے برابر سائبان بھی ہے۔ بیچ کے در کے اوپر باہر جانب چودہ انچ لمبا اور دس انچ چوڑا سیاہ پتھر لگا ہوا ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شد بنا چوں مسجد عالی بتوفیق خدا — کاں عبادت خانۂ باشد گدا و شاہ را

ہاتفِ غیب از سر بسم اللہ ایں تاریخ گفت — کرد کلثوم النسا بنیاد بیت اللہ را ۱۲۷۰ھ

اس کا فرش سڑک سے بارہ فیٹ بلند ہے۔ بجائے گنبد کے شہتیر اور لکڑیوں سے چھت پاٹ دی گئی ہے۔ مسجد کے نیچے کٹڑوں میں دکان دار بسے ہوئے ہیں۔ پشت کی جانب اور سامنے پورب چند پرانے مکان ہیں۔

شاہ کمک کی مسجد: کلثوم النساء کی مسجد سے کچھ دور آگے سڑک سے لگی ہوئی دکھن ایک چھوٹی سی مسجد بادشاہی وقت کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ اس کے در بھی بہت ہی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ بیچ کا در صرف پانچ فیٹ تین انچ اونچا ہے اور باقی دو در اس سے بھی چھوٹے ہیں۔ اندر کا فرش بھی ۱۴×۹ فیٹ

ہے۔ یہ مسجد سڑک سے دس فیٹ بلند ہے۔ اس کے کمروں میں دکاندار بسے ہوئے ہیں۔ محلہ والوں کا بیان ہے کہ اس میں کتابہ کا پتھر نہایت خوشنما لگا ہوا تھا لیکن زمانہ ہوا کہ کوئی لے گیا۔ دکانداروں کا بیان ہے کہ فی الحال یہ مسجد منشی عبدالرحیم نامی تاجر چرمہ کے انتظام میں ہے۔ مسجد سے دکھن احاطہ کے اندر ایک پختہ قبر ہے اور دو قبریں اس سے پورب بھی ہیں لیکن معلوم نہیں کن کی ہیں۔

شاہ کرٹک کی مسجد ۱۲۵۳ھ: شاہ کمگ والی مسجد سے کچھ آگے بڑھکر صدر سڑک سے ایک راستہ اتر کو جاتا ہے۔ اسی راستہ میں قریب ڈیڑھ سو قدم کے فاصلہ پر پچھم طرف ایک چھوٹی سی مسجد تیئس فیٹ لمبی اور تیرہ فیٹ چوڑی ہے۔ بیچ کے در پر باہر کے جانب کتبہ کا پتھر لگا ہوا ہے جس پر غیر فصیح زبان میں دو اشعار کندہ کیے ہوئے ہیں:

شیخ علی بخش قادری راکش رب العالمین	سرخ رو احمد سے ہو یا مالک دنیا و دیں
دوازدہ صد سال ہجرت سال دو پنجاہ تیق	مسجد آراستہ او کردہ برروئے زمیں

اس مسجد کو کوا کھوہ کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ غالباً مسجد بہت قدیم تھی جس کو شیخ علی بخش نے مرمت کرایا۔

شاہ کرٹک کی قبر: مسجد سے دکھن ایک احاطہ کے اندر دو قبریں ہیں، معلوم نہیں ان میں شاہ کرٹک کی قبر کون ہے۔ احاطہ سے باہر بھی پختہ قبریں ہیں۔ سیر المتاخرین جلد دوم میں لکھا ہے کہ شاہ کرٹک مولوی محمد عارف (جو علمائے زمانہ سے تھے) کے مرید تھے۔ تارک الدنیا ہو کر مجرد رہتے تھے۔ خود مولوی محمد عارف بھی کوا کھوہ میں رہتے تھے اور یہیں دفن ہوئے۔ غالباً احاطہ میں دوسری قبر انہیں کی ہے۔

سرائے کی مسجد اور آمنے سامنے والی مسجد: جس جگہ شاہ کرٹک کی قبر ہے، یہاں سے پھر دکھن واپس آکر شارع عام پر دونوں جانب دو مسجدیں ہیں۔ دکھن والی مسجد سرائے کی مسجد کہلاتی ہے اور اتر والی مسجد عبدالرحمٰن سجاد کی بنائی ہوئی شاہ بندہ علی کی مسجد کہلاتی ہے اور ان دونوں کو عوام الناس آمنے سامنے کی مسجد بھی کہتے ہیں[1]۔ دونوں مسجدیں ایک ہی وضع کی بنی ہوئی نظر آتی ہیں۔

عبدالرحمٰن سجاد کی مسجد ۱۱۵۰ھ: سڑک سے اتر جس جگہ اس مسجد میں جانے کا راستہ تھا فی الحال وہاں چھپر دے کر دکانیں بنائی گئی ہیں۔ اور ایک چھوٹی دکان سے ہو کر لوگ مسجد کے اندر جاتے

---

[1] حال میں مسجد کے اندر دیوار کا پلاسٹر چھوٹ کر گر جانے پر کتابہ کا پتھر نمودار ہو گیا جس پر کتبہ موجود ہے اور حسب ذیل عبارت پڑھی جاتی ہے:

تیی بی لالن پاکدامن نیک خو	مسجدے آراستہ باغ و بہار
چار یاری بانی مسجد بود	کاندران باشد کلان تختہ چہار
سال تعمیرش ز من ہاتف بگفت	از عبادت خانہ مولیٰ شمار

(۱۲۱۹ھ)

ہیں۔ مسجد کا صحن پختہ بنا ہوا ہے جو ۲۵ فیٹ چوڑا ہے۔ اندر کا فرش ۲۵ فیٹ ۹ انچ لمبا اور دس فیٹ نو انچ چوڑا ہے۔ معمولی وضع کے تین گنبد ہیں جو اندر کے فرش سے پندرہ فیٹ سے کچھ زیادہ بلند ہیں۔ تین در ہیں جو چھ چھ فیٹ بلند ہیں۔ بیچ کے در کے اوپر باہر کے جانب بیس انچ لمبا اور ایک فیٹ چوڑا سیاہ پتھر لگا ہوا ہے۔ جس پر یہ اشعار کندہ ہیں۔

از فضل اله عبدالرحمٰن سجاد — باصدق وصفا نمود مسجد بنیاد

باقرید عا بگفت تاریخ — این خانۂ دین ہمیشہ آباد

۱۱۵۰ھ

مسجد کے صحن کے پورب کئی پرانی قبریں پتھر کی بنی ہوئی ہیں۔ فی الحال قبروں کے اردگرد لوگوں نے مکان بنوا لیے ہیں۔

تھانہ مالسلامی میں ایک قبر کا کتبہ بغیر نام و تاریخ: سرائے کی مسجد سے تھوڑی دور آگے سڑک سے اتر جانب تھانہ مالسلامی کی عمارت ہے اس کے احاطہ میں پورب جانب کانسٹبلوں کے رہنے کے مکانوں کی پشت پر ایک پرانی قبر پتھر کی بنی ہوئی ہے جس کے سرہانے بیس انچ لمبی اور دس انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" اللھم صل علی المصطفیٰ محمد والمرتضیٰ والفاطمۃ الظھر[1] والمجتبیٰ حسن والشہید حسین وزین العابدین والباقر محمد والصادق جعفر والکاظم موسیٰ والرضا علی والتقی محمد والنقی علی والزکی العسکری والحجتہ الخلف القایم المنتظر المھدی صاحب الزمان صلوات اللہ وسلامہ علیھم اجمعین۔ اللھم اغفرلی وللمومنین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

بجنسہ یہی عبارت قبر کے اوپر پتھر پر بھی کندہ کی ہوئی تھی جس کا کچھ حصہ امتداد زمانہ سے مٹ گیا ہے۔ تعویز کا پتھر معمولی قسم کا چار فیٹ آٹھ انچ لمبا اور سولہ انچ چوڑا ہے۔

معلوم نہیں یہ قبر کس کی ہے اور کب بنی؟ دیکھنے سے کوئی ڈیڑھ دو سو برس سے کم کی نہیں معلوم ہوتی ہے۔ صاحب قبر کا نام اور سال وفات نہیں لکھا ہے۔ تھانہ کے احاطہ میں اتر جانب چند قبریں اور بھی ہیں۔ لیکن کتبہ کسی پر نہیں۔

---

[1] اصل کتابہ میں الزہرا کے عوض الظھر لکھدیا ہے۔ اسی کے مطابق راقم نے نقل اتار دی۔

ڈینش کوٹھی اور برنر کی قبر ۱۷۹۰ء: تھانہ مالسلامی کے احاطہ سے پورب ریلوے لائن کی ایک شاخ ہے جو پٹنہ سٹی اسٹیشن سے گھاٹ تک آئی ہے جس مقام پر لائن آکر ختم ہوئی ہے۔ اس کے پورب جانب دریا کے کنارے ایک خوشنما کوٹھی بلند جگہ پر بنی ہوئی ہے۔ سابق میں یہ ڈینش لوگوں کی جو اور یورپین لوگوں کی طرح پٹنہ میں تجارت کرتے تھے تجارتی کوٹھی تھی فی الحال اس میں اسٹیشن ماسٹر کی بود وباش ہے کوٹھی سے تخمیناً بیس گز پورب صحن میں ایک ہی قطار میں تین بڑے بڑے پائے ہیں اور ایک قبر کا چبوترہ ہے اتر جانب دو پائے تیس تیس فیٹ بلند ہیں۔ تیسرا پایہ صرف پندرہ فیٹ بلند ہے اور اس سے دکھن چبوترہ والی قبر پانچ فیٹ بلند ہے۔ چبوترہ تو ایک بڑے صندوق کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ لیکن پائے اوپر سے گاؤدم بنے ہوئے ہیں۔ اتر جانب والے پائے پر مندرجہ ذیل عبارت سیاہ پتھر پر کندہ ہے اور کسی پر کوئی کتبہ نہیں ہے۔ قبروں کا تعویذ یا نشان اس صورت کا صرف یورپین لوگوں کی پرانی قبروں میں دیکھا جاتا ہے۔

Berunder Rauler Jorgeu Heudrich Berner Feodt deu 22 de Jnlji 1735 dod den de August 1790 G.Gilason Set

برنر ۲۲ جولائی ۱۷۳۵ء کو پیدا ہوا اور ۷ اگست ۱۷۹۰ء کو مرا۔ ۱۷۷۵ء میں اس نے تجارتی کوٹھی قائم کی تھی جس کے صحن میں وہ مدفون ہے۔

مسجد پیر دمڑیا کے پاس ایک لڑکے کی قبر ۱۲۱۹ھ: ڈینش کوٹھی سے کوئی سو گز آگے پورب پیر دمڑیا کی مسجد کے پاس باہر کئی قبریں ہیں۔ ان میں سے دکھن پورب ایک پختہ قبر ہے جس کا تعویذ زمین سے پانچ فیٹ بلند ہے۔ سرہانے ایک سیاہ پتھر لگا ہوا ہے۔ جو دو فیٹ اونچا اور ایک فیٹ دس انچ موٹا ہے پتھر کو پہل دے کر تراشا ہے اور انھیں پہل پر یہ اشعار کندہ کیے ہیں۔

ھو العفو والباقی

شد رقم غلام محی الدین	از قضا وارد عظیم آباد
شہر میرٹھ بود قدیم وطن	ہست مشہور بارہ میلاد
بعد عمرے بہ آرزوے بزرگ	پسر خوبرو و صورت زاد
لفظ حیدر فزود نام اورا	بہ تمنا جمال دیں نہاد
موت مشتاق صورتش گردید	بر من فرحت حیات نداد

مرمرتند وتیز اجل برخاست   نخل عمرش بہ سر زپا افتاد
عام تاریخ گفت آہ غریب   ہر یکش شافع و مشفع باد   ۱۲۱۹ھ

بہار و اڑیسہ ریسرچ سوسائٹی کے جرنل جلد ۱۶، نمبر ۳ اور ۴، ۱۹۳۰ء کے نمبر ۶۶ میں یہی کتبہ ہے جس میں غلطی سے بارہ میلاد کو بارہ لکھدیا ہے اور "ہر یکش" کو "ہر یک" لکھدیا ہے اور اس کا ترجمہ انگریزی میں ایوری ون EVERY ONE کر دیا ہے۔ حالانکہ ہر یکش ہی صحیح ہے۔ اور اس سے مصرعہ میں تاریخ کے اعداد بھی پورے ہوتے ہیں۔ 'ہر یک' پڑھنے سے مصرعہ بھی ناموزوں ہوجاتا ہے۔

مسجد بیر دمڑیا: متذکرہ بالا قبر سے اتر پچھم گنگا ندی کے کنارے پر مسجد ہے جس کا صحن زمین سے بیس فیٹ کے قریب اور گنگا ندی سے کوئی ساٹھ فیٹ بلند ہے۔ یہ مسجد شہر کی بہترین اور قدیم ترین مسجدوں میں سے ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اینٹیں بھی محلہ دھولپورہ کی مقبرہ نما مسجد (جو شیر شاہی مسجد کے نام سے مشہور ہے) کی اینٹوں سے مشابہ ہیں۔ اندر کے فرش کی وسعت ۱۸×۶۶ فیٹ ہے اتر اور دکھن دونوں جانب دو در بنا کر پتھر کی خوشنما ترشی ہوئی جالیوں سے بند کر دیا ہے۔ مسجد کے اندر داخل ہونے کیلیے پورب جانب تین در ہیں جو سات فیٹ بلند ہیں تین گنبد ہیں بلندی کلس تک چالیس (۴۰) فیٹ ہے۔ کلس نہایت چمکدار ہیں جو چینی کے معلوم ہوتے ہیں۔ اندر کی جانب گنبد کے نیچے نہایت خوشنما نگین بیلیں بنی ہوئی ہیں جو قابلِ دید ہیں عمارت نہایت مستحکم بنی ہوئی ہے۔ دیواریں چھ فیٹ کے قریب موٹی ہیں مسجد کے باہر چبوترہ بھی اندر کے فرش سے کچھ بڑا ہے عمارت کی بلندی اور گنگا کے کنارے کی فضا نے اس کے لطف کو اور بھی دوبالا کر دیا ہے۔ سابق میں اس مسجد کے پیچھے والے در کے اوپر ۱۰۱۹ ہجری کا کتبہ لگا ہوا تھا۔ ایک اور کتبہ جو صحن کے دکھن جانب احاطہ کے در پر لگا ہوا ہے، اس میں اس در کی تعمیر کا زمانہ ۱۱۵۸ ہجری درج ہے۔

منجھلی بیگم کی قبر ۱۲۸۲ھ: مسجد کے صحن میں چند پختہ قبریں ہیں۔ ان میں سے ایک قبر پر سرہانے کتبے کا معمولی پتھر لگا ہوا تھا جو گر کر ٹوٹ گیا ہے۔ اور اس کے چار ٹکڑوں کو ملا کر کسی نے قبر کے اوپر رکھدیا ہے۔ یہ پتھر پانچ فیٹ کے قریب لمبا اور سوا فیٹ چوڑا تھا۔ اس میں کتبہ کی جو عبارت پڑھی جاتی ہے یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

" (پہلی سطر) ... تاریخ رحلت منجھلی بیگم۔ (دوسری سطر) ... منظفر حسین ... (تیسری سطر)

اقبال حسین ولد بشیر حسین ساکن محلہ (چوتھی سطر) سلطان گنج و زوجہ فضیلت حسین خاں منغی (پانچویں سطر) قادری در عمر نوزدہ سال بتاریخ ہشت دہم (چھٹی سطر) ماہ ربیع الاول روز یکشنبہ در ۱۲۸۲ھ ۔ (ساتویں سطر) موافق ۱۲۷۰ فصلی از دار فنا بدار البقا غریق رحمت الٰہی شد مقتول۔"

شاہ دمڑیا کی قبر: صحن مسجد کے مشرقی حصّہ میں ایک بلند چبوترے پر شاہ دمڑیا صاحب کی قبر ہے جو طویل اور عریض ہے۔ کوئی کتبہ موجود نہیں، جس سے سال وفات کی تحقیق ہو سکے۔

محلہ لون گولہ کی مسجد اور بعض قبریں: پیر دمڑیا کی مسجد سے دکھن جو محلہ ہے وہ لون گولہ کے نام سے مشہور ہے۔ سابق میں یہ محلہ لطف اللہ خاں صادق[1] کے خاندان والوں سے آباد تھا جو پاتنی کے نواب سے مشہور تھے لطف اللہ خاںؒ صادق شہنشاہ فرخ سیر کے امرائے دربار سے تھے، اور فرخ سیر کی تخت نشینی کے وقت پٹنہ میں موجود تھے پھر بادشاہ کے ساتھ ہی دہلی گئے۔ پانی پتیوں اسکے خاندان میں مولوی نظیر حسین شائق وغیرہ ابتک اس محلہ میں موجود ہیں اور ان کے بعض آباؤ اجداد کی قبریں بھی گلی سے پورب ایک چھوٹی سی مسجد کے صحن کے پاس موجود ہیں اکثر قبریں پتھر کی بنی ہوئی ہیں۔ لیکن کتبہ کسی پر نہیں۔

سید شاہ قاسم علی کا مقبرہ: قبروں سے دکھن جانب کوئی ساٹھ قدم پر ایک پرانی عمارت ہے جو فی الحال اور زمینوں کے ساتھ کویریوں کے تصرف میں ہے۔ یہ عمارت بھی قدیم ہے اور ایسی مستحکم بنی ہوئی ہے کہ باوجود بے مرمت ہونے کے اس کی ساخت میں اب تک خرابی نہیں آئی اگرچہ بظاہر اب کچھ دن کی ہوا کھاتی نظر آتی ہے۔ محلہ والوں کا بیان ہے کہ اس مقبرہ میں تہ خانہ کے نیچے شاہ قاسم علی اور انکی اہلیہ مدفون ہیں۔ شاہ قاسم یا ملا قاسم علی کے متعلق کوئی حال معلوم نہیں۔

شاہ للّٰہی کا مقبرہ: محلہ لون گولہ میں پورب جانب اکثر زمینیں کویریوں کے ساتھ بندوبست کر دی گئی ہیں۔ انھیں میں وہ گورستان بھی ہے جو شاہ للّٰہی کا مقبرہ کہا جاتا ہے۔ یہاں بے شمار قبریں تھیں جن میں سے صرف تختہ اور پتھر کی بنی ہوئی قبروں کے نشان باقی ہیں کھیت کے اتر جانب کوئی احاطہ یا عمارت تھی جس کی دیوار کا کچھ حصہ مغربی جانب ابتک باقی ہے اسی احاطہ میں ایک تختہ قبر شاہ للّٰہی کا کہی جاتی ہے کوئی کتبہ موجود نہیں جس سے کچھ پتہ مل سکے۔

شاہ علیم اللہ کی قبر ۱۱۵۵ھ: مذکورہ بالا قبر سے کوئی اسّی قدم کے فاصلہ پر دکھن جانب

---

[1] لطف اللہ خاں صادق کی یادگار دہلی میں مدرسہ امینیہ کے پاس ایک مسجد ہے جسکے طاق پر ۱۱۳۸ھ اور مسجد لطف اللہ خاں صادق کندہ ہے یہ مسجد مسجد پانی پتیاں کے نام سے مشہور ہے۔

شاہ علیم اللہ کی قبر ہے۔ یہ قبر معمولی پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ سرہانے تین فیٹ لمبے اور چودہ[۱۴] انچ چوڑے اور دو[۲] انچ موٹے سیاہ پتھر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:
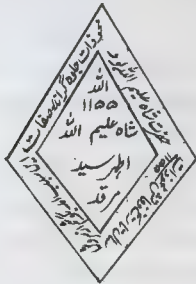
(راقم نے کتبہ کی نقل میں صورت نویسی کو ملحوظ رکھا ہے۔) سید شاہ علیم اللہ ابن فیض اللہ اہل معرفت سے تھے۔ نواب علی وردی خاں ناظم بنگالہ کے زمانے میں جب مرہٹوں کا نرغہ ہوا اس وقت عظیم آباد پٹنہ میں کچھ عرصہ تک ان کے بیٹے نواب ہدایت علی خاں، نواب ہیبت جنگ کی نیابت میں حاکم بہار تھے۔ شاہ علیم اللہ دہلی کے رہنے والے تھے۔ عرصہ تک مفقود الخبر رہنے کے بعد اپنے بیٹے سے ملنے کو یہاں آئے تھے اور یہیں انتقال کیا۔ یہ غلام حسین خاں مولف سیر المتاخرین کے جد تھے۔ سیر المتاخرین میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔

محمد حسن ولد غلام حسین (مولف سیر المتاخرین) کی قبر ۱۱۹۸ھ: شاہ علیم اللہ کی قبر سے دس گز پورب ایک تختہ قبر کے سرہانے ایک گز لمبی ساڑھے نو انچ چوڑی اور ڈھائی انچ موٹی سیاہ پتھر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

هو اللہ باقی و الکل فانی

سید نوجوان بنام حسن — از جہاں رفت و ماتمش ہر دم

شد انیس دل محبانش — خاصہ از بہر مادر و اب و عم

پے سال عزائے او بگذاشت — بر زماں پدر غم حسنم — ۱۱۹۸ھ

"بندہ از بندہ ہائے خدا محمد حسن ولد غلام حسین بن ہدایت علی خان طباطبا عفی اللہ عنہم در عنفوان جوانی و عین بہار زندگانی کہ از مدت عمرش نوزدہ سال و دو ماہ و بست روز گذشتہ بود روز جمعہ شب بست و یکم ذالحجہ چوں گل تو شگفت و پژمردہ در دل خود ارزد ہا برد۔ اما بکمال صبر و شکیبائی کہ در شداید بیماری ہر گز حرف شکایتی بجز از حمد خدا بر زبانش نرفت و برد ل والدین گذشت آنچہ گذشت چنین مصیبت نصیب کسے مباد و ایزد تعالیٰ برا و رحمت کناد۔"

رباعی

ناخوردہ بر از عمر و جوانی رفتی	یا صبر و شکیب و شادمانی رفتی
دربیت حزن بدر د ہجران یعقوب	در ماندہ و تو لے یوسف ثانی رفتی "۱۱۹۸ھ"

محلہ باڑا باڑے کی مسجد ۱۲۷۱ھ: محلہ توپ گولہ سے دکھن سڑک کے پار جو آبادی ہے۔ محلہ بنگلہ کے نام سے مشہور ہے۔ سڑک سے کوئی تین سو گز دکھن گلی میں جاکر گورستان کے قریب ایک مسجد ہے جو باڑے کی مسجد اور شیخ ہنگن کی مسجد بھی کہی جاتی ہے۔ یہ مسجد چالیس فیٹ کے قریب لمبی ہے بیچ کے در کے اوپر اٹھارہ انچ لمبی اور نو انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے:

فادخلوفی عبادی

باصدق و یقین جو شیخ ہنگن	کرد از سر تو بنائے خانہ
شہرت پے یادگار عالم	تاریخ بگو خدائی خانہ فی سنہ ۱۲۷۱ ہجری

شیخ ہنگن کی قبر بھی مسجد سے پورب ہے۔

عالی نسار بیگم کی مسجد ۱۲۴۴ھ: باڑے کی مسجد سے دکھن پورب گلی کے اندر دوسری مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے اوپر چودہ انچ لمبی اور آٹھ انچ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں: " بسم اللہ الرحمن الرحیم

کرد چوں ایں مسجد عالی نسار بیگم بنا	از پے شاہ و گدا باب عبادت در کشود
گفت ایں تاریخ از فضل امیر دو جہاں	شد بنا بہر نمازی در جہاں دار السجود ۱۲۴۴ھ

اس مسجد کے صحن میں سولہ انچ مربع اینٹوں کے کھرنجے بچھے ہوئے ہیں۔ مسجد کے باہر چبوترہ ۲۷ فیٹ لمبا ہے لیکن مسجد اس سے ۱۶ فیٹ کے قریب چھوٹی ہے۔ آس پاس میں چند پختہ قبریں ہیں۔

محلہ مسلی شدرہ[1] **بزرگ امید کی مسجد ۱۱۰۰ھ:** تھانہ مالسلامی سے تقریباً تین سو گز آگے پورب سڑک سے دکھن جانب کوئی سو قدم کے فاصلہ پر تین گنبدوں کی ایک بلند مسجد ہے۔ اس کے گنبد چبوترے سے ستائیس فیٹ بلند ہیں۔ وسیع چبوترہ جس پر یہ مسجد ہے، زمین کی سطح سے دس فیٹ بلند ہے۔ مسجد کی عمارت پچاس فیٹ لمبی ہے۔ بیچ کے در کے اوپر باہر کی جانب ساڑھے تین فیٹ لمبی اور ڈیڑھ فیٹ چوڑی سنگ سیاہ کی لوح پر خوشخط حروف میں یہ اشعار کندہ ہیں:

تاج والحشمت بزرگ امیدخاں — آنکہ بر خلق جہاں کرمش عمیم

چوں زہاتف خواست تاریخش نعف — زود گفتا بادبیت المستقیم ۱۱۰۰ھ

بزرگ امید خاں حاکم صوبہ تھے، اسلیے یہ کتبہ تاریخی حیثیت سے قابلِ قدر ہے۔ اس مسجد میں پتھر بہت لگے ہوئے ہیں۔ اس لیے اس کو لوگ پتھر کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ اس مسجد سے دکھن پورب ایک چھوٹی پرانی مسجد اور مقبرہ بھی تھا جو کھنڈر ہو رہا ہے۔ مسجد سے پورب پچاس قدم کے فاصلہ پر ایک گورستان ہے۔ محلہ والوں کا خیال ہے کہ بزرگ امید خاں اسی میں مدفون ہیں۔ مسجد سے پورب ایک پختہ کنواں بھی قدیم زمانہ کا بنا ہوا ابتک موجود ہے۔ مورخہ ۲۰ ربیع الثانی ۲۸ جلوس (۱۱۰۶ھ) کا اخبارات دربار معلیٰ جو مہاراجہ جیپور کے یہاں ہے، اس کی نقل دیکھنے سے معلوم ہوا کہ بزرگ امید خاں نے پٹنہ میں انتقال کیا۔ شاید یہیں مدفون ہوئے ہوں۔ بزرگ امید خاں (پسر امیر الامرا نواب شائستہ خاں) اورنگ زیب کے ممیرے بھائی اور حاکم صوبہ تھے۔ اگر یہ قبر ان کی ہوتی تو یقینی اپنی موجودہ صورت سے بہتر ہوئی ہوتی۔ مآثر الامراء میں لکھا ہے کہ انھوں نے ۱۱۰۵ھ میں انتقال کیا۔

شاہ غلام حسین کی مسجد ۱۲۵۵ھ: بزرگ امید خاں کی مسجد سے چند سو قدم پورب راستے سے اتر جانب گلی میں ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کے بیچ کے در پر باہر کی طرف یہ کتبہ ہے:

مسجد بنا چو شاہ غلام حسین کرد — چوں گلشن ارم شدہ مطبوع و دلکشا

تاریخ او چو فکر نمودم ندا رسید — برکش حروف آہ و بگو خانۂ خدا ۱۲۵۵ھ

کتبہ کی لوح چودہ انچ لمبی اور سات انچ چوڑی ہے۔ مسجد کی عمارت سڑک سے کوئی ساٹھ قدم پر گلی کے پورب جانب واقع ہے۔

مولوی نہال حسین کی قبر ۱۲۴۰ھ: بزرگ امید خاں کی مسجد سے کوئی چار سو قدم پورب

---

[1] محلہ کا نام شہدرہ اسلیے ہے کہ غالباً شرقی جانب قلعہ میں داخل ہونے کا راہ اسی جگہ تھی۔ بعض لوگ شاہ دارا پسر شاہجہاں کو اس کا موجد قیاس کرتے ہیں۔

راستے سے دکھن جانب چار دیواری کے اندر ایک گورستان ہے جس میں متعدد قبریں ہیں۔ ان میں بعض قبریں راقم کے قرابت مندوں کی ہیں۔ بیچ میں ایک تختہ قبر کے سنگ مرمر کی لوح پر یہ عبارت کندہ ہے۔ (اور کسی قبر پر کوئی کتبہ نہیں)۔

کل من علیہا فان

نہال حسین آنکہ بود ست نامی — زاولاد امجاد شاہ ولایت

بہ باغ شہامت یکے سرو دلجو — کریم و سخی نیکخو پاک طینت

دریغا کہ رفت از جہاں سوئے عقبیٰ — خدایا عطا کن ورا باغ جنت

پے سال رحلت ہمیں گفت ہاتف — وفا او فتادہ نہال ریاست

از ناچیز سید شاہ خلیل الرحمٰن وفا عظیم آبادی ۔ ۱۲۳۰ھ

میر فرزند علی کا امام باڑہ ۱۲۳۰ھ۔ سملی سے کچھ دور آگے پورب سڑک کے دکھن جانب ایک کہنہ بنا دروازہ کے اوپر سنگ سیاہ پر یہ اشعار کندہ ہیں:

میر فرزند علی مکان امام — ساخت مقبول خاص و عام شدہ

سال تاریخ او ز ہاتف غیب — تعزیہ خانہ امام شدہ ۱۲۳۰ھ

چار دیواری کے اندر متعدد قبریں ہیں اور ایک ٹوٹا ہوا مکان بھی ہے جو نہایت گندگی سے بھرا ہوا ہے۔ محلہ والے اس سے بیت الخلا کا مصرف لے رہے ہیں اور اس کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

کنگن کا مقبرہ: سملی سے تقریباً نصف میل پورب سڑک کے اتر جانب ایک بلند گنبد نظر آتا ہے، جس کو بعض لوگ کنگن چور کا مقبرہ اور بعض کنگنا کا مقبرہ بتاتے ہیں لیکن معلوم ہوتا ہے کہ کسی پٹھان نے اپنے لیے بنوایا ہوگا۔ اس کے اندر ایک طرف ایک زنانی قبر ہے، اور غالباً دوسری قبر بننے نہ پائی۔ گنبد ستر فیٹ بلند ہے۔ اس کی تعمیر اس طرح پر ہے کہ سطح سے دس فیٹ تک مربع ہے۔ اس کے اوپر جا کر دیوار ہشت پہل ہے۔ تیس فیٹ کی بلندی پر تیرہ محراب ہیں۔ اور پھر ان کے اوپر تین سلسلے محرابوں کے اور ہیں۔ سب سے اوپر والے محرابوں پر گنبد ہیں۔ دیکھنے سے یہ گنبد تین چار سو برس سے ادھر کے نہیں معلوم ہوتے۔ باہر کے حصہ میں چونے اور گچ کا کام ناتمام رہ گیا تھا۔ پورب جانب ایک در ہے اور تین طرف بلندی پر دریچے بنے ہوئے ہیں۔ یہ عمارت ایک چبوترہ پر واقع ہے، جو اڑتالیس فیٹ مربع ہے کسی چور کا مقبرہ تو یقینی نہیں ہے کیونکہ دکھن سڑک سے لگی ہوئی متعدد پختہ قبریں اور کھنڈر ہیں جن سے پتہ ملتا ہے کہ کسی

دولت منڈ کا خاندانی مقبرہ ہے۔

<u>کٹرہ مالسلامی کی چوک ایک قدیم مسجد :</u> کٹرہ مالسلامی کی چوکی کے پچھم سڑک کے دکھن جانب ایک قدیم مسجد ہے جو اپنی ساخت کے لحاظ سے اخیر دور مغلیہ کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ فی الحال ویران ہو رہی ہے تاہم اس کے تینوں گنبد نہایت مستحکم ہیں۔

<u>مالسلامی کی چوکی کے قریب ایک مندر :</u> مالسلامی کی چوکی کے پاس ہی پورب جانب ہندوؤں کا ایک مندر ہے جو نہایت مستحکم اور خوش قطع ہے۔

<u>باغ جعفر خاں :</u> اس صوبہ کی تاریخ میں باغ جعفر خاں کا ذکر کئی جگہ آیا ہے، لیکن یہ صحیح معلوم نہیں کہ یہ جگہ آصف خاں جعفر صوبہ دار بہار ۱۷۰۴-۱۷۰۶ء کے نام سے مشہور ہے۔ یا نواب مرشد قلی خاں عرف جعفر خاں صوبہ دار بنگالہ و بہار (جو شہزادہ عظیم الشان کے زمانہ میں بھی دیوان تھے) ۱۷۰۴-۲۴ء کے نام سے موسوم ہے، بہرحال سیر المتاخرین کے مطابق اول اول ۱۱۵۹ھ / ۱۷۴۶ء میں مصطفیٰ خاں نے علی وردی خاں سے باغی ہو کر عظیم آباد پٹنہ پر چڑھائی کی تو اسی جگہ قیام کر کے فوج آراستہ کی، پھر ۱۷۴۸ء میں شمشیر خاں نے یہیں قیام کیا اور نواب زین الدین احمد خاں ہیبت جنگ صوبہ دار بہار کو قتل کر کے عظیم آباد پر چند روزہ قبضہ کیا۔ نواب سراج الدولہ نے بھی اپنے نانا علی وردی خاں سے باغی ہو کر ۱۷۵۰ء میں باغ جعفر خاں میں قیام کر کے قلعہ عظیم آباد پر قبضہ کرنے کا تہیہ کیا ۱۷۶۴ء میں میر قاسم، شجاع الدولہ (والی اودھ) اور شاہ عالم بادشاہ کی متحدہ فوج نے جو انگریزوں اور راجہ رام نرائن سے جنگ کرنے کو ترتیب دی گئی تھی، اسی جگہ پڑاؤ ڈالا تھا۔ بعض لوگ غلطی سے اس کو میر جعفر نواب ناظم بنگالہ کی یادگار سمجھتے ہیں، حالانکہ تاریخوں میں ان کے زمانہ سے بہت پہلے باغ جعفر خاں کا نام مذکور ہے۔ بہرکیف سابق میں یہاں نہایت عمدہ عمارتیں اور باغ تھے۔ لیکن اب جو کچھ باقی ہے وہ ایک بڑا پختہ کنواں اور سڑک کے رُخ پر دیوار کا پشتارہ ہے۔ اصل باغ کی زمین مختلف زمینداروں کے دخل میں آگئی ہے، اور بعضوں نے اس کا نام تک بدل دیا ہے۔ سہ

مرا نشان زمانہ مٹائے دیتا ہے ۔۔۔ جہاں میں دیکھے رہتا ہے نام بھی کہ نہیں

یہ جگہ مالسلامی کی چوکی سے کچھ آگے پورب جانب ہے اور سڑک اس جگہ سے دکھن طرف ہو کر پھر سیدھی پورب کو جاتی ہے۔

<u>محلہ قدم رسول۔ قدم رسول کی مسجد :</u> مالسلامی کٹرہ کی چوکی سے تقریباً ایک میل پر

دریا کے کنارے ایک قدیم مسجد ہے جو غالباً فرخ سیر کے زمانہ کی بنی ہوئی ہے۔ یہاں ایک پتھر پر پاؤں کا نشان بنا ہوا ہے لوگ اس کو قدم رسول کہکر زیارت کرتے ہیں' نواب ہیبت جنگ کے زمانہ میں اس کے مجاور شاہ بندگی پٹھانوں کی شورش میں ہیبت جنگ کے ساتھ قتل ہوئے تھے جو سیرالمتاخرین میں بھی مذکور ہے۔

محمد علی خاں کی قبر ۱۱۷۸ھ: محلہ دیدارگنج کنگن کے مقبرہ سے تقریباً ڈیڑھ میل پورب سڑک سے اتر میدان میں چند پختہ قبریں ہیں ان میں سے ایک قبر پر سنگ موسیٰ کی لوح لگی ہوئی ہے جس پر یہ عبارت ہے:

"ھوالقیوم - الصانع دائم البقالا یموت ابداً"

روح محمد علی خاں وحید زماں شدچو بوصل خدا جانب جنت رواں

خامۂ تقدیر کرد سال وفاتش رقم حاجی محمد علی خاں بدارجناں ۱۱۷۸ھ

اس قبر کے سامنے سڑک سے دکھن نورالدین شاہ مجذوب کا تکیہ ہے۔ اور اسی کے قریب ہی سات محرابوں کا ریلوے پل ہے۔

نوری چور کا مقبرہ: کنگن کے مقبرہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر سڑک کے دکھن جانب ایک گنبد کے اندر پختہ قبر ہے جو نوری چور کے مقبرہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ بھی کسی دولتمند کا مقبرہ ہوگا جو کسی سبب سے نوری چور کے نام سے مشہور ہوگیا۔

بظاہر تین سو برس سے ادھر کا نہیں معلوم ہوتا۔ آس پاس اور بھی پختہ قبریں ہیں۔

بیواجی کی باؤلی اور رسیل پور کا حال: نوری چور کے مقبرہ سے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر پورب اور سڑک سے دکھن جانب چہار دیواری کے اندر ایک باؤلی ہے۔ اس کے اندر جانے کی سیڑھی اور دروازہ ٹوٹ گیا ہے۔ نیچے دو منزلہ کمرے اور برآمدے بنے ہوئے ہیں۔ جس کی دیواریں پتھر کی ہیں کمرے دکھن جانب تھے جن کی چھت گر گئی ہے۔ فی الحال بنواری راجہ نامی کی بہو کی ملک کہی جاتی ہے جو کچوری گلی میں رہتی ہیں۔ باؤلی کے باہر پورب جانب پتھر پر بھول بھلیاں کا نقشہ کھدا ہوا ہے۔ ادھر ادھر اور بھی باغ کی روش کے بہتیرے ترشے ہوئے پتھر پڑے ہوئے ہیں اور سامنے اتر ایک چھوٹا سا بنگلہ بھی بنا ہوا ہے۔ جس میں پتھر کے پائے لگے ہوئے ہیں

باؤلی در اصل لفظ باہولی یا باؤلی تھا باہلہ اس چشمہ کو کہتے ہیں جو فوارہ کی طرح زمین سے اچھل

کر نکلتا ہے۔ دہلی والے باؤلی کو بائین بھی کہتے ہیں۔ بابر شاہ نے اپنی یاد داشت میں لکھا ہے کہ: "در ہندوستان چاہ کلانی زینہ دار را وائیں می گویند"

بواجی کی باؤلی کے سامنے اتر گنگا کے کنارے سبل پور کی بستی ہے۔ یہاں مسلمانوں کے مکان اور لب دریا ایک پشتہ ہے جو فی الحال کسی قدر بے مرمت ہو رہا ہے۔ اس سے اتر پچھم ایک قدیم گورستان بھی تھا جس کا کچھ حصہ دریا برد ہو گیا۔ سیر المتاخرین میں مذکور ہے کہ یہیں حاجی احمد پدر نواب ہیبت جنگ کی بھی قبر ہے۔

موضع جیٹھلی اور کچی درگاہ **مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت کا مزار:** موضع سبل پور سے ایک میل آگے پورب دریا کے کنارے خام چبوترہ پر ایک خام قبر ہے اور اس کے متصل اور بھی خام قبریں ہیں۔ بڑی قبر مخدوم قاضی شہاب الدین پیر جگجوت کی ہے اور اسی سبب سے یہ جگہ کچی درگاہ کہلاتی ہے۔ یہ بزرگ مخدوم شرف الدین احمد بن یحیٰ منیری کے نانا تھے۔ اس صوبہ کے اکثر شریف خاندانوں کو کسی نہ کسی واسطہ سے ان سے تعلق ہے ——————— ان کا زمانہ ساتویں صدی ہجری میں ثابت ہوتا ہے۔ ۲۱، ذیقعد کو یہاں ہر سال عرس و میلا ہوتا ہے۔

شاہ آدم صوفی (پکی درگاہ): پیر جگجوت کے مزار سے پاؤ میل کے فاصلہ پر دکھن جانب دریا کے قریب ہی ایک پختہ چہار دیواری کے اندر متعدد قبریں ہیں، ان میں اتر جانب بڑی قبر جو پختہ ہے مخدوم آدم صوفی کی ہے جن کا انتقال ۷۹۶ھ میں ہوا۔ یہ جگہ پکی درگاہ کہی جاتی ہے۔ کسی قبر پر کتبہ نہیں ہے۔

اللہ جلائی کی قبر، ۱۳۲۷ھ: پکی درگاہ کی چہار دیواری کے پچھم کے قریب ہی میں باہر ایک قبر پر یہ کتبہ لگا ہوا ہے۔ شاید یہ پہلا کتبہ ہے جو اس گورستان میں لگایا گیا۔ کتبہ کی عبارت سے قبر کے حالات ظاہر ہیں:

یا اللہ

عجب یہ واقعہ ہے دردناک اللہ جلائی کا — بغور اس کو جو دیکھو سب کرشمے تھے محبت کر
الٰہ آباد سے آکر عظیم آباد میں رہنا — وہ تعریف اس کے کا نیکی وہ چرچے اسکی صورت کو
جوانی کا زمانہ جوش پر حسن شباب اس کا — زبان خلق پر قصے وہ اس کی آدمیت کے
ادائے ناز کے ساتھ اس کا ہر دم مسکرا اٹھنا — کرشمے اس کے سارے دلپسند انداز آفت کے
کہوں یہ داستان کب تک زباں یاری نہیں دیتی — علاوہ اسکے اور اسباب بھی تھا اسکی شہرت کے

بہت کچھ اس نے حاصل کر لیا تھا اپنے پیشے میں | بہت کچھ تھے ابھی سامان باقی کسب دولت کے
کچھ ایسا عارضہ کلکتہ جا کر ساتھ لے آئی | یہاں پہونچی تو تھے معدوم سب آثار صحت کے
مہینہ تھا رجب کا گیارہویں تھی جمعہ کا دن تھا | کہ آپہونچی اجل ظاہر ہوئے انداز رحلت کے
دغا کی عمر نے چوبیسویں سال اس پری وش سے | یہ مرنے کا زمانہ تھا کہ دن تھے عیش و عشرت کے
وہ پھول اس باغ میں کھلتا ہوا مرجھا گیا ایسا | جو دیکھا کچھ نہ تھا باقی بجز اندوہ و حسرت کے
نکوکاروں نکو کیا سارے گنہگاروں کو بھی یارب | بھروسہ ہے ترا قربان تیری شان رحمت کے
سرور آگے دعا سے کر کہی تاریخ یوں میں نے | جگہ دلوا دے یارب اسکو اک گوشے میں جنت کے ۱۲۲۷ھ

موضع جیٹھلی کی مسجد ۱۲۱۰ھ :

یکی درگاہ سے چند سو قدم کے اندر ہی سڑک کے پورب جانب آبادی میں ایک مسجد ہے۔ اس کے بیچ کے در کے اوپر پتھر کی لوح پر یہ اشعار کندہ ہیں :

۷۸۶

ہمت اہل مسکن جب ہوئی | دوسروں کو بھی ہوا اس کا خیال
بدھ کا دن تھا عین روز بقرعید | بعد تیرہ سو کے نو ہجری تھا سال
اہتمام شیخ اسد اللہ سے | پڑ گئی اسکی بنا بے قیل و قال
سن لکھو منشی شفاعت نے کہا | مسجد اطہر بنی جب خوش جمال

میں نے یہ مصرعہ لکھا عبدالغفور

ہے یہ بیت اللہ اقصیٰ کی مثال ۱۲۱۰ھ

کتبہ محمد ابوالحسن .

پٹنہ میں شعرا کے مزارات: (۱) حضرت شاہ رکن الدین عشق: حضرت عشق کا مزار محلہ تکیہ (بخشی گھاٹ اور مستن گھاٹ کے درمیان) گنگا کے کنارے اور خانقاہ حضرت عشق کے اتر مسجد کے قریب واقع ہے۔ پختہ قبر ایک کمرے کے اندر ہے۔ خانقاہ میں ہر سال حضرت عشق کا عرس ہوا کرتا ہے اور ان کا مزار اب تک زیارت گاہ خلائق ہے۔ کتبہ موجود نہیں۔

(۲) غلام علی راسخ: محلہ کنگھیا ٹولہ کی مشرقی سرحد پر مسٹر محمد رضا (بیرسٹرایٹ لا) کے مکان کے متصل ایک گلی صدر راستے سے دکھن کو جاتی ہے۔ اس میں کوئی سو قدم جا کر پچھم جانب ایک چبوترہ پر ایک قبر بنی ہوئی ہے جو راسخ کی قبر کہی جاتی ہے۔ مزار پر کوئی لوح نہیں لیکن روایات کے تواتر کی بنا پر یقین ہے کہ یہ قبر راسخ ہی کی ہے۔

(۳) شاہ محمد یحییٰ ابوالعلائی یحییٰ عظیم آبادی: شاہ محمد یحییٰ کا مزار محلہ شاہ کی املی میں مرحوم کے سکونتی مکان اور خانقاہ کے باہر پورب جانب واقع تھا۔ راقم الحروف کو شاہ صاحب کے ورثا سے ربط تھا اور اس مکان میں بہ کثرت جانے کا اتفاق ہوا ہے۔

(۴) شمس العلما مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی: مولانا محمد سعید کا مزار محلہ مغل پورہ میں ان کے بنوائے ہوئے مدرسہ کے کھنڈر سے پورب جانب خاندانی گورستان میں واقع ہے۔ قبر پختہ ہے اور اس کے قریب دو قبروں پر کتبے بھی موجود ہیں لیکن ان کی قبر پر کوئی لوح نہیں۔

(۵) خواجہ فخر الدین حسین سخن: سخن کا مزار حضرت عشق کے مزار سے پورب ساحل کے قریب پختہ بنا ہوا ہے۔ سیلاب سے اس کا کچھ حصہ منہدم ہو گیا ہے۔ اتر پورب کونے پر آخری پختہ قبر یہی ہے۔ اس لیے شناخت میں دشواری نہیں۔

(۶) شاد عظیم آبادی: شاد مرحوم کا پختہ مزار محلہ حاجی گنج میں ان کے سکونتی مکان موسوم بہ شاد منزل کے صحن میں واقع ہے۔ ان کے بھانجے خیال مرحوم کی قبر اس کے پاس ہی ہے۔

(۷) باقر عظیم آبادی: میر محمد باقر، باقر عظیم آبادی شاعری میں وحید الہٰ آبادی کے شاگرد تھے اور ان کا دیوان اور مثنوی کیمیائے دل طبع ہو چکی ہے۔ مرزا داغ پٹنہ آئے تھے تو انھیں کے یہاں مقیم ہوئے تھے، جس کا حال فریاد داغ میں ہے۔ باقر مرحوم کو خوش نویسی میں بھی شہرت حاصل تھی اور پٹنہ کے بیشتر خوش نویس جوان کے زمانے میں تھے ان کے شاگرد تھے۔ ان کی قبر محلہ گورہٹہ میں ان کے سکونتی مکان سے پچھم گلی کے موڑ کے پاس ہے۔ اس کے آس پاس ان کے قرابت مندوں کی قبریں ہیں۔ ان کی وفات ۱۹۲۹ء میں ہوئی ہے۔

۲۰ مئی ۱۹۵۱ء

اشاریہ

• محمد کریم شاہ کی قبر، ۴۱ • محمد مراد شہید کی قبر کا کتبہ، ۸۴ • مخدوم دولت کا مقبرہ، ۱۵۱ • مراد بخش بی بی کی قبر، ۲۷ • مرزا عزیز کی قبر، ۸۵ • مرزا علی کی قبر، ۴۳ • مرزا معشوق علی کی قبر، ۳ • مس سونی کی قبر، ۵۰ • معروف شاہ کی قبر، ۶۳ • مقبرہ کی تعمیر کا کتبہ، ۱۰ • منجھلی بیگم کی قبر، ۹۹ • منصور شاہ کی قبر، ۹۲ • منعم شاہ کا مزار، ۴۱ • منیر الدولہ کی قبر، ۴۵ • منیر کی قبر، ۵۱ • مہلاواں میں ایک قبر کا کتبہ، ۱۸ • مہدی علی عرف بنن کی قبر، ۵۳ • میاں خاں کی قبر، ۶۸ • میجر ناکس کی قبر، ۲۹ • میر ابراہیم کی قبر، ۴۰ • میر اشرف کی قبر، ۹۲ • میر افضل کا مقبرہ، ۹۱ • میری اور زمام کی قبر، ۵۰ • نامعلوم کتبہ، ۲۶ • نامعلوم شخص کی قبر، ۲۶ • نامعلوم قبر اور گنبد، ۲۷ • نجف علی کی قبر، ۲ • نصیبن کی قبر، ۸۶ • نظام الدین کی قبر، ۶۹ • نور علی کی قبر، ۶ • نور علی کی قبر، ۶۶ • نوری چودھری کا مقبرہ، ۱۰۶ • نون گولہ کی بعض قبریں، ۱۰۰ • نہال حسین کی قبر، ۱۰۳ • وارث علی شاہ کی قبر، ۵ • ہیبت جنگ کا مقبرہ، ۹۳ • یوسف علی خاں کی قبر، ۳۔

<u>مقامات</u>۔ امام باڑہ میر فرزند علی، ۱۰۴ • باڑہ محلہ، ۱۰۲ • باغ جعفر خاں، ۱۰۵ • باغ میر گلابی محلہ، ۵ • بو اجی کی باؤلی، ۱۲۱ • بھکنا پہاڑی، ۲۲ • بیگم پور محلہ، ۹۳ • پادری کی حویلی، ۴۹ • پٹنہ راجے کا، ۴۲ • پٹنہ ولندیز کا، ۴۱ • تر پولیہ، ۲۴ • تکیہ حضرت عشق، ۴۱ • تکیہ شاہ باقر کا، ۲۷ • جگی چوراہا، ۶۸ • جھاؤ گنج محلہ، ۶۲ • جیٹھلی، ۱۰۷ • چوک محلہ، ۶۱ • حاجی گنج محلہ، ۸۱ • حویلی بیگیان، ۴۲ • داناپور، ۱۹ • دول پور محلہ، ۸۴ • دوزری بازار، ۶۸ • دیدار گنج محلہ، ۱۰۶ • روڈ، محلہ خواجہ کلاں، ۵۵ • روڈ منگلس ٹینک، ۹ • روڈ نواب لطف علی خاں، ۴۴ • روضہ محلہ ۵۹ • سبل پور، ۱۰۶ • ست گھرا محلہ، ۵ • سلی شہید رہ، ۱۰۳ • سونار ٹولی، ۶۸ • شاہ کی املی، ۶۸ • عید گاہ، ۲۳ • قدم رسول محلہ، ۱۰۵ • قلعہ محلہ ۹۳ • کنگھا ٹولی، ۶۸ • گلشن حیدری، ۷ • گورستان، ۱۸ • گورستان اور مقتل انگریزوں کا، ۴۷ • گورستان نواب جعفر قلی خاں کے خاندان کا، ۵۱ • گورستان دس پٹہ کی گلی، ۶۹ • لال املی محلہ، ۹۲ • لان، ۲۱ • لودی کٹرہ، ۷ • السلامی کی چوکی، ۱۰۵ • مچھر ہٹہ، ۶۰ • مدرسہ محلہ، ۶۲ • مدرسہ سیف خاں محلہ، ۶۲ • مراد پور، ۳۱ • معروف گنج، ۶۳ • مسل پور، ۶۴ • منگل تالاب، ۸۰ • منیر، ۱۳ • ننموہیہ، ۲۵ • نوز رکٹرہ، خواجہ کلاں گھاٹ، ۲۷ • نیلی، ۲۶۔

<u>عمارتیں</u>۔ انجینیرنگ کالج، ۳۳ • بخشی گھاٹ اور ڈاکٹر فلرٹن کا مکان، ۴۲ • پٹنہ کالج اور یونیورسٹی کے مکانات، ۳۲ • جلوس گاہ، شاہ عالم بادشاہ، ۳۷ • خدا بخش لائبریری، ۳۱ • دار العدل حسن علی، ۵ • دولت مخدوم کا مقبرہ، ۲ • سٹی اسپتال، ۴۶ • سٹی اسٹیشن، ۸۷ • عدالت جعفر خاں، ۵۶ • عید گاہ سیف خاں، ۲۸ • قلعہ عظیم آباد، ۶۳ • گذری محلہ کی عمارتیں، ۴۲ • مارکیٹ، بادشاہ نواب اور بادشاہ محل، ۴۴ • نیے لبنت گلی، ۵۳۔

<u>مندر</u>۔ ایک مندر اسلامی کی چوکی کے پاس، ۱۰۵

Patna Ke Katbe

(Patna Inscriptions)

by
Fasihuddin Balkhi
(d. 1962)

Khuda Bakhsh Oriental Public Library,
Patna.